قرآنِ مُبین

۱۳ (13)

آسان ترین، واضح اردو ترجمہ

از

ڈاکٹر محمد حسَن
بی۔اے آنرز، ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی

www.drhasanrizvi.org

باسمہ تعالیٰ

"قرآنِ مبین"

(مترجم وشارح)

ڈاکٹر محمد حسن رضوی

بی۔ اے آنرز۔ ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی

ڈپٹی ڈائرکٹر: اسلامک ریسرچ سنٹر، شاہراہ پاکستان۔ پروفیسر: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔

ڈائرکٹر تصنیف وتالیف: ــــــ 'میزان فاؤنڈیشن' ــــــ 'امام حسینؑ فاؤنڈیشن'

(خصوصیاتِ ترجمہ وشرح)

(۱) ـــــ آسان ترین واضح اردو ترجمہ۔ روزمرّہ کی بول چال کی زبان میں۔

(۲) ـــــ بڑے بڑے جلی حروف میں، نہایت خوبصورت واضح کتابت۔

(۳) ـــــ ترجمہ اور شرح دونوں محمدؐ وآلِ محمدؐ کے ارشادات کے عین مطابق۔

(۴) ـــــ احادیث رسولؐ وائمہؑ معصومین کے مکمل حوالوں کے ساتھ۔

(۵) ـــــ ترجمہ میں معنیٰ اور مفہوم کے تسلسل اور ربط کو برقرار رکھا گیا ہے۔

(۶) ـــــ ترجمہ میں مطلب بندی (پیراگرافنگ) کی گئی ہے تاکہ مفاہیم ومطالب کے سمجھنے میں کسی قسم کی الجھن پیدا نہ ہو۔

(۷) ـــــ شرح میں آیات کی مرکزی تعلیمات اور منطقی نتائج سے خاص طور پر بحث کی گئی ہے تاکہ قرآن پر غور وفکر کرنے کی صلاحیتیں بیدار ہوسکیں۔

(۸) ـــــ شرح میں کسی مسلک کے مسلمان یا غیر مسلمان کی دل آزاری نہیں کی گئی ہے صرف حقائق کو دلائل، حوالوں اور احادیث کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ ترجمہ اور شرح تبلیغ کے لئے بے حد مفید ہوگا۔ (انشاءاللہ)

(۹) ـــــ صرف ضروری تشریحات کی گئی ہیں۔ غیر ضروری الجھاؤ اور پھیلاؤ سے گریز کیا گیا ہے تاکہ عام آدمی کی توجہ قرآن کی مرکزی تعلیمات پر مرکوز رہے اور تفسیر، مناظرہ نہ بن جائے۔

(۱۰) ـــــ تمام اہم جدید وقدیم، تمام مذاہب کے مفسّرین سے مفید مطلب استفادہ کیا گیا ہے تاکہ مختلف فقہاء، عرفاء اور مفسّرین کی کاوشوں کا بھی علم ہوسکے۔

www.drhasanrizvi.org

اِشاریہ پارہ نمبر ۱۳ "وَمَآ اُبَرِّئُ"

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	نفسِ انسانی بُرائی کی دعوت دیتا ہے اور خدا کی رحمت بُرائی سے بچنے والوں کو بچا لیتی ہے ـــ	۸۰۵
۲	بُرائی سے بچنے کے نتائج (حضرت یوسفؑ کے حوالے سے) ـــــــ	۸۱۵ تا ۸۱۸
۳	حضرت یوسفؑ کا اپنے ظالم بھائیوں کے ساتھ اچھا سلوک اور حضرت یعقوبؑ کا صبرِ جمیل (سیرتِ انبیاءؑ)	۸۱۸ تا ۸۳۵
۴	صبرِ جمیل کے معنی ـــــــ	۸۲۷ تا ۸۲۸
۵	شیطان کی اِطاعت اور شرک کی ایک خاص کیفیت ـــــــ	۸۳۶
۶	خدا کی مدد پیغمبروں کے پاس کب آتی ہے ؟ ـــــــ	۸۳۸
۷	قرآنی قصّوں کا مقصد ـــــــ	۸۳۹
۸	اللہ کی عظمت، قدرت اور سلطنت کی شان ـــــــ	۸۴۰ تا ۸۴۳
۹	علمِ اِلٰہی کی شان ـــــــ	۸۴۴ تا ۸۴۶
۱۰	قدرت، عظمت اور احساناتِ اِلٰہی کی ایک جھلک ـــــــ	۸۴۶ تا ۸۵۰
۱۱	حق و باطل کی ایک خوبصورت مثال (حق باقی رہتا ہے اور باطل مٹ جاتا ہے) ـــ	۸۴۹ تا ۸۵۰
۱۲	سخت حساب کن سے لیا جائے گا ؟ ـــــــ	۸۵۱
۱۳	اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کرنے والوں کی صفات ـــــــ	۸۵۲ تا ۸۵۳
۱۴	اللہ سے بدعہدی کرنے والوں اور قطع رحم کرنے والوں پر خدا کی لعنت ـــــــ	۸۵۴ تا ۸۵۵
۱۵	قرآن کی عظمت اور عقل کا امتحان ـــــــ	۸۵۷ تا ۸۵۸

www.drhasanrizvi.org

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۶	خدا کا قانونِ بدار	۸۶۲
۱۷	علماء کی موت	۸۶۳
۱۸	رسولؐ کے گواہ کی شان ۔ حضرت علیؑ کی فضیلتِ علم	۸۶۴
۱۹	سورۂ ابراہیمؑ اور نزولِ قرآن کا مقصد	۸۶۵
۲۰	ایام اللہ ۔ (خدا کی رحمتوں، نعمتوں، عذاب اور امتحان کے دن)	۸۶۷ تا ۸۶۸
۲۱	شکرِ نعمت پر نعمتوں کی زیادتی کا وعدۂ الٰہی	۸۶۸
۲۲	قومِ نوحؑ، عاد و ثمود کی مثالیں اور منکروں کا انجام	۸۶۹ تا ۸۷۶
۲۳	شیطان کا اعتراف، شرک سے انکار (انسان کی ذمہ داری اور فاعلِ مختار ہونا)	۸۷۶
۲۴	کلمۂ طیبہ اور کلمۂ خبیثہ کی مثال	۸۷۸ تا ۸۸۱
۲۵	نماز اور خیرات کا حکم	۸۸۰
۲۶	اللہ کی نعمتیں اور اُن کا شمار ناممکن ہے	۸۸۱ تا ۸۸۲
۲۷	حضرت ابراہیمؑ کی شہرِ مکہ اور اپنی اولاد کے لیے دعائیں (آلِ ابراہیمؑ اور آلِ محمدؐ کی فضیلت)	۸۸۲
۲۸	پچھلی قوموں کی سزاؤں سے سبق حاصل کرنا عقلمندی ہے	۸۸۶
۲۹	قیامت کا منظر	۸۸۸
۳۰	نزولِ قرآن کے تین اہم مقاصد	۸۸۹

www.drhasanrizvi.org

"مجھے اِس سرزمین کے خزانوں پر مُقرّر کر دیجئے۔
(کیونکہ) حقیقتاً مَیں بڑا حفاظت کرنے والا اور (اِن
تمام معاملات کا) خُوب عِلم رکھنے والا ہوں[۱]" ۵۵
(غرض) اِس طرح ہم نے یوسفؑ کو اُس زمین (مِصر)
پر اِقتدار کا مالک بنا دیا۔ کہ وہ اُس میں جہاں
چاہتے رہتے۔ (یعنی مصر میں ہر جگہ اُن کی حکومت
تھی) ہم اَپنی رحمت جس کو چاہتے ہیں پہنچا دیتے
ہیں۔ اور ہم نیک لوگوں کا اَجر ہرگز برباد نہیں
کرتے ۵۶ اور آخرت کا اَجر تو اُن لوگوں کے لئے
کہیں زیادہ بہتر ہے جو اِیمان رکھتے ہیں[۲]، اور
فرائضِ اِلٰہیہ کو اَدا کرنے کے ساتھ ساتھ بُرائیوں
سے بَچتے رہتے ہیں ۵۷ ع
اور (جب) یوسفؑ کے بھائی (مصر) آئے

ع ۷ ۱

قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾
وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوۡسُفَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنۡهَا
حَیۡثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیۡبُ بِرَحۡمَتِنَا مَنۡ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِیۡعُ
اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۶﴾
وَ لَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ كَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾

[۱] حضرت امام جعفر صادقؑ نے اس آیت کے حوالے سے فرمایا " بوقت ضرورت انسان کو اپنی پاکیزگی، خوبی اور صفائی بیان کرنا جائز ہے جیسا کہ یہاں حضرت یوسفؑ نے خود اپنی خوبی بیان فرمائی ہے اور حضرت ہودؑ نے بھی فرمایا تھا - " میں تمہارا معتبر خیر خواہ ہوں " (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۰ بحوالہ تفسیر عیاشی)-

فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ (۱) جب مقصد لوگوں کو نفع پہنچانا ہو تو خود کو کسی سرکاری غیر سرکاری عہدے کے لئے پیش کرنا جائز ہے -یہاں تک کہ غیر مسلم نظام حکومت کے تحت بھی- (۲) دوسرے یہ کہ وقت ضرورت اپنے کمال کو بیان کرنا جائز ہے-

☆☆☆

[۲] محققین نے نتیجہ نکالا کہ (۱) دنیا کا بڑے سے بڑا اقتدار بھی نیکی کا اصلی صلہ نہیں ہو سکتا- (۲) ملکی معاملات یا حسنِ انتظام کمال نبوت کے منافی نہیں تو کسی انسان کے لئے کمال روحانی کے منافی کیسے ہو سکتے ہیں-

***

www.drhasanrizvi.org

وَجَآءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ﴿۵۸﴾

وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ﴿۵۹﴾

فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ﴿۶۰﴾

قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿۶۱﴾

اور یوسفؑ کے پاس (دربار میں) داخل ہوئے تو یوسفؑ نے تو اُنھیں پہچان لیا، مگر وہ لوگ یوسفؑ کو نہیں پہچان رہے تھے[۱] ﴿۵۸﴾ پھر جب یوسفؑ نے اُن کا سامانِ سفر روانگی کے لئے تیار کروادیا تو کہا: "اَپنے سوتیلے بھائی کو بھی میرے پاس لیتے آنا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں (ہر ایک کو) پُورا پُورا ناپ کر دیتا ہوں۔ اور بہترین طریقہ سے مہمان نوازی بھی کرتا ہوں[۲] ﴿۵۹﴾ اَب اگر تم اُسے نہ لاؤ گے تو میرے پاس تمھارے لئے تولنے کے لئے کچھ نہ ہوگا[۳] اور تم میرے قریب بھی نہ پھٹکنا" ﴿۶۰﴾ اُنھوں نے کہا: "ہم کوشش کریں گے کہ ہمارے والد صاحب اُسے بھیجنے پر راضی ہو جائیں اور ہم اَیسا ضرور کریں گے" ﴿۶۱﴾

۱؎ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ "حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان کو ان کی شاہانہ شان و شوکت، جلال اور ہیبت کی وجہ سے نہ پہچانا" (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۰ بحوالہ تفسیر عیاشی)۔

***

۲؎ فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ اپنی خوش معاملگی کا اظہار کرنا اگر بغیر تکبر یا فخر کے ہو تو بندگی اور تواضع کے منافی نہیں۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے سوتیلے بھائیوں سے کہا "مجھے خبر ملی ہے کہ باپ کی طرف سے تمہارے دو بھائی ہیں تو وہ کیا کرتے ہیں؟" انہوں نے کہا کہ "ان دونوں میں سے ایک کو تو بھیڑیا کھا گیا اور چھوٹا ہمارے باپ کے پاس ہے کیوں کہ وہ اُس سے بہت زیادہ مانوس ہیں۔" حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ "میری خواہش ہے کہ اب جب تم غلہ لینے آؤ تو اپنے اُس بھائی کو ضرور ساتھ لیتے آنا" (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۱ بحوالہ تفسیر عیاشی)۔

***

۳؎ فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ قحط یا وقت ضرورت راشن بندی جائز ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

پھر یوسفؑ نے اَپنے جوانوں سے کہا کہ "اِن لوگوں کی پُونجی (جو اُنھوں نے غلّہ کے بدلہ دی ہے) اُنھیں کے سامان میں (چُپکے سے) رکھ دو۔ ممکن ہے کہ یہ اُسے اُس وقت پہچانیں جب وہ اَپنے گھر لَوٹیں اور (اِس احسان مندی کی وجہ سے) شاید پھر واپس آئیں[1]" (۶۲)

جب وہ اَپنے باپ کے پاس واپس گئے تو کہا: "بابا! آئندہ ہم کو غلّہ ناپ کر دئے جانے سے اِنکار کر دیا گیا ہے۔ اِس لئے ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیجئے تاکہ ہم غلّہ نپوا کرلے آئیں۔ اور یقیناً ہم اُس کی حِفاظت کریں گے" (۶۳) باپ نے کہا: "کیا میں اُس کے بارے تم پر اُسی طرح بھروسہ کرلوں جس طرح کہ اِس سے پہلے اُس کے

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (۶۲)

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۶۳)

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ

[1] اصل میں اس وقت مصر میں غلہ کی راشن بندی تھی۔ کیونکہ قحط سے ملک کو بچانا مقصود تھا۔ حضرت یوسفؑ کے بھائی اپنے والد اور اپنے گیارھویں بھائی، جو حضرت یوسفؑ کے سگے بھائی تھے، ان دونوں کا حصہ مانگتے ہوں گے اور حضرت یوسفؑ تو ہر قیمت پر اپنے سگے بھائی کو اپنے پاس بلانا چاہتے تھے۔ اس لئے پہلے تو انہوں نے اپنے بھائیوں سے یہ فرمایا کہ "اب تم اگر اسے نہ لاؤ گے تو میرے پاس تمہارے لئے کچھ نہ ہوگا۔ اور تم میرے قریب بھی نہ پھٹکنا" یعنی کہیں تم کوئی ناجائز تجارت تو نہیں کر رہے ہو اور بھرتی کے نام بتا بتا کر زائد غلہ تو حاصل نہیں کر رہے ہو؟ خیر میں اس وقت تو تمہارا اعتبار کئے لیتا ہوں مگر آئندہ چاہے اپنے بوڑھے باپ کو بڑھاپے کے سبب چھوڑ آنا مگر اپنے بھائی کو ضرور ساتھ لانا۔ پھر اس دھمکی کے ساتھ ساتھ ان کو اپنی مہربانی سے بھی رام کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ ضرور ان کے چھوٹے بھائی کو ساتھ لائیں۔ (ملخص از تفہیم القرآن)

***

www.drhasanrizvi.org

مِن قَبۡلُ فَاللّٰهُ خَيۡرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ ﴿٦٤﴾
وَلَمَّا فَتَحُوۡا مَتَاعَهُمۡ وَجَدُوۡا بِضَاعَتَهُمۡ رُدَّتۡ
اِلَيۡهِمۡ قَالُوۡا يٰۤاَبَانَا مَا نَبۡغِىۡ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتۡ
اِلَيۡنَا وَنَمِيۡرُ اَهۡلَنَا وَنَحۡفَظُ اَخَانَا وَنَزۡدَادُ كَيۡلَ
بَعِيۡرٍ ذٰلِكَ كَيۡلٌ يَّسِيۡرٌ ﴿٦٥﴾

بھائی (یوسفؑ) کے بارے میں کرچکا ہوں؟ بس اللہ ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے"[1] ﴿٦٤﴾ پھر جب اُنھوں نے اپنا سامان کھولا تو (اُس میں) اپنی پُونجی کو پایا کہ وہ بھی اُنھیں واپس کر دی گئی ہے۔ تو وہ پُکار اُٹھے: "بابا! ہمیں بھلا اور کیا چاہیئے؟ ہماری تو پُونجی تک ہمیں واپس کر دی گئی ہے۔ اور اَب تو ہم اَپنے گھر والوں کے لئے پھر (جاکر) غلّہ لائیں گے۔ اور اَپنے بھائی کی حفاظت بھی کریں گے۔ اور (اِس طرح) ایک اُونٹ (غلّہ) زیادہ لائیں گے[2]۔ یہ تو بہت تھوڑا سا غلّہ ہے جو ہمیں ناپ کر مِلا ہے" ﴿٦٥﴾ اُن کے باپ نے کہا: "میں تو اُس کو ہرگز بھی

ا؎ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جب حضرت یعقوبؑ نے یہ بات کہی کہ "بس اللہ ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے" تو خدا نے جواب میں فرمایا۔ "جب تو نے مجھ پر بھروسہ کرلیا تو اب میں تیرے دونوں بیٹوں کو تیرے پاس واپس کر دوں گا"۔ (تفسیر صافی صفحہ ٢٥١ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)۔

***

٢؎ یعنی یہ تو بڑی آسانی سے مل جانے والا غلہ ہے۔ اگر ایک آدمی کو ساتھ اور لے جائیں گے تو ایک اونٹ غلہ اور مل جائے گا۔ یہ سودا تو بڑا ہی مزیدار ہے اس لئے آپ ہمیں یوسفؑ کے بھائی کو ساتھ لے جانے دیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝٦٦
وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ

تمھارے ساتھ نہ بھیجوں گا۔ جب تک کہ تم مجھ سے اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد و پیمان نہ کرو کہ تم اُسے میرے پاس ضرور واپس لے آؤ گے۔ سوا اِس کے کہ تم سب گھیر لئے جاؤ۔" جب اُنھوں نے اُن سے پکّا عہدوپیمان کر لیا تو اُنھوں نے کہا: "(دیکھو) اللہ ہماری اِن باتوں پر گواہ ہے" (۶۶) پھر اُنھوں نے کہا: "اے میرے بیٹو! تم سب ایک ہی دروازے سے شہرِ (مِصر) میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ مختلف دروازوں سے جانا۔ خیر میں تم کو اللہ کی طرف سے (آئی ہوئی) کِسی بَلا سے تو بچا نہیں سکتا (کیونکہ) حُکم تو خدا کے سِوا کِسی کا بھی نہیں چلتا، میں نے بھی اُسی پر بھروسہ کر رکھا ہے[1]

[1] اصل میں یہ سب بھائی بہت خوبصورت. وجیہہ اور قد آور جوان تھے اور تمام مصر میں مشہور ہو گیا تھا کہ بادشاہ اُن کے ساتھ بہت ہی خاص سلوک کرتا ہے۔ اور وہ بادشاہ کے مقرب ہیں۔ اس لئے حضرت یعقوبؑ کو یہ خیال ہوا کہ کہیں ان کو نظر نہ لگ جائے اور لوگ اِن سب کو ساتھ دیکھ کر حسد کی وجہ سے اُن کے دشمن نہ ہو جائیں مگر جب اللہ کوئی تکلیف پہنچانے کا ارادہ کر لے تو پھر کوئی چیز بھی فائدہ نہیں دے سکتی کیونکہ تقدیر کو تدبیروں سے ٹالا نہیں جا سکتا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۱)

علماء اخلاق نے نتیجہ نکالا کہ تدبیر کرنا ہرگز توکل کے منافی نہیں البتہ تدبیر پر پورا بھروسہ کر بیٹھنا اور اسی کو موثر سمجھ لینا توکل کے منافی ہے۔ اس آیت میں توکل کی تاکید اور اس کی حقیقت بھی بیان کی گئی ہے۔

عرفاء نے لکھا کہ مومن تدبیر کو بھی خدا کے حکم کی تعمیل کا ذریعہ بنا کر بندگی یا عبادت کا حق ادا کرتا ہے اور اجر و ثواب پاتا ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَ عَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۶۷
وَ لَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ یُغْنِیْ
عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ
یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَ
لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۶۸ ع

اور تمام بھروسہ کرنے والوں کو اُسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے"[1] ۶۷

اور جب وہ لوگ (شہرِ مصر میں اُسی طرح داخل ہوئے) جس طرح اُن کے باپ نے اُنھیں حکم دیا تھا، تو اُنھیں اللہ کی تقدیر سے (اُن کی یہ احتیاطی تدبیر) بچا تو نہ سکتی تھی، مگر یعقوبؑ کے دل کی ایک حسرت تھی جسے اُنھوں نے پورا کر لیا (یا) بس یعقوبؑ کے دل میں جو کھٹک تھی اُسے دُور کرنے کے لئے اُنھوں نے اَپنی سی یہ کوشش کر لی اور یقیناً وہ عِلم رکھنے والے تھے اُس چیز کا کہ جس کا علم ہم نے اُنھیں عطا کیا تھا۔ مگر اکثر لوگ اِس حقیقت کو نہیں جانتے ۶۸ ع

۸ ع ۱۱ ۲

[1] یہ احتیاطی مشورہ وہاں کے سیاسی اور معاشرتی حالات کی بناء پر بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس بات کا قوی امکان تھا کہ جب یہ سب کے سب بھائی جو سلطنت مصر کی سرحد کے رہنے والے آزاد قبائل سے تعلق رکھتے تھے، اس لئے اہل مصر سرحدی علاقے کے آزاد لوگوں کو ضرور شک کی نگاہ سے دیکھتے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ مصر کے شہری اس قحط کے زمانے میں قبائلیوں کے جتھے کو آتا دیکھ کر یہ نہ سمجھ لیں کہ شائد یہ لوگ یہاں لوٹ مار کی غرض سے آئے ہیں۔ پچھلی آیت میں حضرت یعقوبؑ کا یہ فرمانا کہ "سوا اس کے کہ تم سب گھیر لئے جاؤ" اس بات کی تائید کرتا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کا یہ حکم سیاسی اور معاشرتی اسباب کی بناء پر تھا۔ (ملخص از تفہیم القرآن)

* * *

www.drhasanrizvi.org

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي
أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾
فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ
أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ
لَسَارِقُونَ ﴿٧٠﴾
قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾
قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ

اور جب وہ لوگ یوسفؑ کے پاس (اُن کے دربار میں) داخل ہوئے تو یوسفؑ نے اپنے (سگے) بھائی کو اپنے پاس بُلا لیا اور اُس سے کہا: "میں تمھارا (سگا) بھائی ہوں۔ اب تم پریشان یا غمگین نہ ہونا، اُن تمام حرکتوں سے جو یہ لوگ کرتے رہے ہیں"[1] ﴿٦٩﴾ پھر جب اُن کا سامان تیار کرایا تو پانی پینے کا اپنا پیالہ اپنے (سگے) بھائی (بن یامین) کے سامان میں رکھ دیا۔ پھر ایک پُکارنے والے نے پُکار کر کہا: "اے قافلہ والو! یقیناً تم لوگ چور ہو"[2] ﴿٧٠﴾ انھوں نے اُن کی طرف متوجّہ ہوتے ہوئے کہا: "(آخر) تمھاری کیا چیز کھو گئی؟" ﴿٧١﴾ انھوں نے کہا: "بادشاہ کے پینے کا پیالہ ہمیں نہیں مل رہا ہے۔

[1] تفسیر صافی میں ہے کہ دوسرے بھائیوں کے ساتھ حضرت یوسفؑ کا سگا بھائی بنیامین بھی چلا مگر وہ اپنے سوتیلے بھائیوں سے الگ رہتا۔ یہاں تک کہ جب سب حضرت یوسفؑ کے سامنے پہنچے تو وہ اپنے بھائیوں سے دور الگ جا کر بیٹھا۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا۔ "جب تم ان کے بھائی ہو تو ان سے الگ کیوں بیٹھے ہو؟" اس نے کہا۔ "اس لئے کہ یہ میرے بھائی کو میرے ماں باپ سے الگ کر کے لے گئے تھے اور پھر اسے واپس نہ لائے۔ اس وقت سے میں نے عہد کر لیا کہ جب تک زندہ رہوں گا ان کے ساتھ کسی معاملے میں شامل نہ ہوں گا"۔ یوسفؑ نے سب کو حکم دیا کہ سب باہر جائیں پھر اپنے سگے بھائی سے کہا کہ میں تمہارا سگا بھائی یوسفؑ ہوں۔ اب تم میرے ہی پاس رہو، اس نے کہا کہ میرے سوتیلے بھائی مجھے ہرگز بھی نہ چھوڑیں گے کیونکہ ہمارے والد نے ان سے بڑا سخت عہد لیا ہے۔ تو حضرت یوسفؑ نے کہا۔ "میں ان سے ایک ترکیب کروں گا۔ بس جو ہو تم اس سے انکار مت کرنا

باقی اگلے صفحہ پر

بَعِيرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾
قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَ
مَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾
قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾
قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ
كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾
فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا

اور جو اُسے لا کر دے گا اُس کو ایک اُونٹ کے بار کے برابر اناج اِنعام میں دیا جائے گا اور میں (خود اُس کے) دینے کا ذمّہ دار ہوں[1] ﴿۷۲﴾ اُنھوں نے کہا: "خدا کی قسم، تم خُوب جانتے ہو کہ ہم اِس مُلک میں خرابی (فساد) کرنے نہیں آئے، اور ہم لوگ چور نہیں ہیں"[2] ﴿۷۳﴾ سرکاری نوکروں نے کہا: "اگر تم جھُوٹے نِکلے تو چور کی کیا سزا ہو گی؟" ﴿۷۴﴾ اُنھوں نے کہا: "سزا اُس کی یہ ہے کہ جس کے سامان میں وہ (پیالہ) مِل جائے، وہی آدمی اُس کا معاوضہ ہو گا۔ ہم تو اِسی طرح مجرموں کو سزا دیتے ہیں" ﴿۷۵﴾ تب یوسفؑ نے اَپنے (سگے) بھائی کے برتن سے پہلے اُن لوگوں کے برتنوں سے تلاشی کی اِبتدا کی۔

پچھلے صفحہ کا بقیہ

اور نہ ان باتوں کی لوگوں کو خبر دینا۔ (ملخص از تفسیر صافی بحوالہ تفسیر قمی)۔

***

۲ے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "نہ تو ان کے بھائیوں نے چوری کی تھی اور نہ حضرت یوسفؑ نے غلط فرمایا تھا۔ چور کہنے سے ان کا مطلب یہ تھا کہ تم نے یوسفؑ کو ان کے باپ سے چرایا تھا"۔ (ملخص از تفسیر صافی صفحہ ۲۵۰ بحوالہ تفسیر قمی)۔

***

۱ے امام راغب اصفہانی نے لکھا۔ "یہ ایک پیالہ تھا جس سے پیا بھی جاتا تھا اور ناپا بھی جاتا تھا۔ اسے صاع کہتے تھے (لغات القرآن نعمانی جلد ۴ صفحہ ۴۰)۔

***

۲ے فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ غالب ظن پر کسی کو چور سمجھ کر تحقیق کرنا گناہ نہیں ہوتا۔

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

مِنۡ وِّعَآءِ اَخِيۡهِ‌ؕ كَذٰلِكَ كِدۡنَا لِيُوۡسُفَ‌ؕ مَا كَانَ
لِيَاۡخُذَ اَخَاهُ فِىۡ دِيۡنِ الۡمَلِكِ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ‌ ؕ نَرۡفَعُ
دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ‌ ؕ وَفَوۡقَ كُلِّ ذِىۡ عِلۡمٍ عَلِيۡمٌ ﴿۷۶﴾
قَالُوۡۤا اِنۡ يَّسۡرِقۡ فَقَدۡ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ‌ ۚ فَاَسَرَّهَا
يُوۡسُفُ فِىۡ نَفۡسِهٖ وَلَمۡ يُبۡدِهَا لَهُمۡ‌ ۚ قَالَ اَنۡتُمۡ شَرٌّ

پھر اُس (پیالہ) کو اَپنے (سگے) بھائی کے برتن سے نِکال لیا۔ اِس طرح ہم نے یوسفؑ کے لئے ترکیب کی[۱]۔ (کیونکہ) وہ اَپنے بھائی کو بادشاہ کے قانون کے مطابق نہیں لے سکتے تھے۔ سِوا اِس کے کہ اللہ ہی یہ چاہے۔ (غرض) ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں۔ اور ہر عِلم والے سے بڑھ کر ایک اور علم والا ہوا کرتا ہے ﴿۷۶﴾

اُن بھائیوں نے کہا: "اگر اِس نے چوری کی ہے تو اِس سے پہلے اِس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی[۲]"۔ یوسفؑ نے اُن کی اِس بات کو دل میں چھُپائے رکھا اور حقیقت اُن پر نہ کھولی۔ بس اِتنا کہا کہ: "بڑے ہی بُرے ہو

۱؎ فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ جائز کام کے حاصل کرنے کے لئے تدبیر کرنا بھی جائز ہے۔

***

۲؎ تفسیر جلالین میں لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے نانا کی سونے کی ایک مورتی چرائی تھی جسے انہوں نے توڑ دیا تھا تاکہ وہ اس کی عبادت نہ کریں۔ (تفسیر جلالین)۔

شیخ طوسی نے لکھا کہ حضرت یوسفؑ دسترخوان پر سے کچھ کھانا بچا کر فقیروں کے لئے رکھ لیا کرتے تھے، جو اُن کے بھائیوں کو ناگوار ہوتا تھا اس لئے وہ ان پر چوری کا الزام لگاتے۔ (تفسیر تبیان)۔

غالباً یہ تمام روایات اسرائیلیات کے لٹریچر کی ضعیف روایات ہیں۔ رہا حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا حضرت یوسفؑ پر چوری کا الزام تو یہ ضروری نہیں کہ حضرت یوسفؑ نے معاذ اللہ ایسا کیا ہی ہو۔ حضرت یوسفؑ سے ان کے بھائیوں کی نفرت، عداوت، حسد اور ان کی کم ظرفی اس قسم کے الزامات لگانے کے لئے بہت

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

تم لوگ منزلت کے لحاظ سے۔ اور جو اِلزام تم
لگا رہے ہو اُس کی حقیقت خدا خوب جانتا ہے" (۷۷)
اُن بھائیوں نے کہا: "اے عزیز مصر!
(بادشاہِ مصر) یقین مانئے کہ اِس کا ایک بہت
ہی بوڑھا باپ ہے۔ آپ اِس کی جگہ ہم میں
سے ایک کو رکھ لیجئے۔ ہم تو آپ کو بڑا ہی نیک
اور احسان کرنے والا اِنسان دیکھتے ہیں" (۷۸)
یوسفؑ نے کہا: "اللہ کی پناہ۔ دُوسرے کسی شخص
کو ہم کیسے رکھ سکتے ہیں؟ جِس کے پاس ہم
نے اپنا مال پایا ہے اُس کو چھوڑ کر کسی دُوسرے
کو اگر ہم رَکھ لیں تو اُس صُورت میں تو ہم
ظالم قرار پائیں گے[۱]" (۷۹) ع
تو جب وہ لوگ یوسفؑ سے مایُوس ہو گئے

مَّكَانًا ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ (۷۷)
قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ
أَحَدَنَا مَكَانَهُ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ (۷۸)
قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ أَن نَّأْخُذَ إِلَّا مَن وَجَدْنَا مَتَاعَنَا
عِندَهُ إِنَّا إِذًا لَّظَالِمُونَ (۷۹) ع

ع ۹

پچھلے صفحہ کا بقیہ

کافی تھی... اس کا ثبوت خود حضرت یوسفؑ کا جواب ہے کہ "بڑے ہی برے ہو تم لوگ منزلت کے اعتبار سے اور جو الزام تم نے لگایا ہے اس کی حقیقت خدا خوب جانتا ہے"۔

* * *

[۱] حضرت یوسفؑ کی احتیاط ملاحظہ فرمائیں کہ اب یہ نہ کہا کہ "جس نے چوری کی ہے" بلکہ کہا "جس کے پاس ہم نے اپنا مال پایا ہے" اگر یہ کہتے کہ "جس نے چوری کی ہے" تو یہ غلط ہوتا۔ (جلالین)۔

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

تو اَکیلے میں جا کر آپس میں چُپکے چُپکے مشورہ
کرنے لگے ۔ اُن میں جو سب سے بڑا تھا وہ
بولا : ”کیا تمھیں نہیں معلوم کہ تمھارے باپ
نے تم سے اللہ کی قسَم دے دے کر پکّا عہد
لیا تھا ، اور اِس سے پہلے یوسفؑ کے معاملے
میں بھی تم زیادتی کر چُکے ہو ۔ لہٰذا میں تو اِس
سرزمین سے ہٹوں گا ہی نہیں ، جب تک کہ
میرے والد مجھے اِجازت نہ دے دیں ۔ یا پھر اللہ
میرے لئے اپنا کوئی فیصلہ فرما دے کہ وہ تو
سب سے اَچھّا فیصلہ کرنے والا ہے (۸۰) تم اَپنے
باپ کے پاس واپس جاؤ اور اُن سے کہو ۔ بابا
جان ! حقیقتاً آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے ۔
ہم نے اُسے چوری کرتے ہوئے تو نہیں دیکھا ،

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ
تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن
قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ ۖ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ
يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿٨٠﴾
ارْجِعُوا إِلَىٰ أَبِيكُمْ فَقُولُوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا

پچھلے صفحہ کا بقیہ

اس کو اصطلاح شرع میں ” توریہ “ کہتے ہیں ۔ یعنی حقیقت پر پردہ ڈالنا یا امر واقعہ کو چھپانا ۔ کسی مظلوم کو ظالم سے بچانے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں ہوتی کہ کوئی خلاف واقعہ بات کہی جائے یا کوئی خلاف حقیقت حیلہ کیا جائے ۔ تو ایسی صورت میں ایک پرہیزگار آدمی ایسی تدبیر کرنے کی کوشش کرے گا جس سے حقیقت کو چھپا کر بدی کو دفع کیا جاسکے ۔ ایسا کرنا شرع و اخلاق میں جائز ہے ۔ بشرطیکہ محض کام نکالنے کے لئے ایسا نہ کیا جائے بلکہ کسی بڑی برائی کو دور کرنا مقصود ہو ۔ اس قسم کے توریہ (یا تقیہ) کی مثالیں خود نبی اکرمؐ کے غزوات میں بھی ملتی ہیں اور کسی دلیل سے بھی اس کو اخلاقاً معیوب نہیں کہا جاسکتا ۔ (ملخص از تفہیم القرآن) ۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

مگر جو کچھ ہمیں معلوم ہوا ہے، ہم وہی بیان کر رہے ہیں۔ اور غیب کی بات کی تو ہمیں کوئی خبر نہیں ہے (۸۱) آپ (آکر) اُس بستی کے لوگوں سے (خود) پُوچھ لیجئے جس میں ہم تھے۔ اور اُس قافلے والوں سے بھی پُوچھ لیجئے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں، کہ ہم حقیقتاً بالکل سچّے ہیں" (۸۲)

یعقوبؑ نے کہا: "(اَیسا نہیں ہے) بلکہ تم نے تو خود اَپنے آپ یہ ایک بات بنا لی ہے۔ تو بہر حال میں صبر کرتا ہوں۔ اور اَچھّی طرح سے صبر کروں گا۔[1] ممکن ہے کہ عنقریب خدا اُن سب کو میرے پاس لے آئے۔ یقیناً وہ سب کچھ جانتا ہے اور اُس کے سب کام حِکمت پر

شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾
وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا
فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾
قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ
عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ

[1] پہلی بار کی بے اعتباری کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کا اعتبار نہ کیا۔ لیکن نبیؑ کا کلام کبھی جھوٹ نہیں ہوتا۔ بیٹوں سے یہ کہنا کہ "تم نے اپنے آپ یہ بات بنالی ہے" تو یہ سچ تھا اس لئے کہ یہ بات یوسفؑ نے بنائی تھی اور وہ بھی یعقوبؑ کے بیٹے ہی تو تھے۔ (از شاہ عبدالقادر۔ موضح القرآن)۔

صبر جمیل "اچھی طرح صبر" سے مراد وہ صبر ہے جس میں مصیبت کی شکایت مخلوق سے نہ کی جائے بلکہ خدا کی طرف توجہ کی جائے یا خدا سے اس کی شکایت کی جائے۔

***

الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٨٣﴾
وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ
عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٨٤﴾
قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ
حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ ﴿٨٥﴾
قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ

مَبنی بالکل ٹھیک ٹھیک گہری مصلحت کے مطابق ہوتے ہیں" ﴿۸۳﴾ پھر یعقوبؑ نے اُن کی طرف سے مُنہ پھرا لیا اور کہا: "ہائے افسوس یوسفؑ پر" اور اُن کی دونوں آنکھیں رنج و غم سے (روتے روتے) سفید ہو گئیں" اور وہ دل ہی دل میں خاموشی سے غم کو پیئے چلے جا رہے تھے[۱] ﴿۸۴﴾ (آخرکار) اُن بیٹوں نے کہا: "خدا کی قسم! آپ تو برابر یوسفؑ ہی کو یاد کئے جاتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ آپ سخت بیمار پڑ جائیں گے۔ یا پھر ہلاک ہی ہو جائیں گے" ﴿۸۵﴾ یعقوبؑ نے کہا: "میں تو اَپنے رنج و غم اور بے قراری کی شکایت صِرف اللہ ہی سے کرتا ہوں۔ اور اللہ کو جیسا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے (یا) اللہ کی طرف سے

۱ حضرت امام جعفر صادقؑ سے حضرت یعقوبؑ کے غم کی مقدار یا شدت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا "ان کا غم ایسی ستر (۷۰) ماؤں کے برابر تھا جو اپنی مردہ اولاد کو روئیں" (تفسیر عیاشی و تفسیر قمی)۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ "سوائے امت محمدی کے کسی امت کو مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی "ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں" پڑھنے کی تعلیم نہیں دی گئی۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت یعقوبؑ نے مصیبت پڑنے پر کہا "ہائے افسوس یوسفؑ پر" (تفسیر قمی)۔

فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ رونا نبوت کی شان کے خلاف نہیں۔ یہ تو نرم دل ہونے کا ثبوت ہے اور فطرت کا تقاضہ ہے۔ قدرت نے دل کو ایسا ہی بنایا ہے کہ جب اس پر چوٹ پڑتی ہے تو آنکھ سے آنسو نکل ہی آتے ہیں۔ خود حضور اکرمؐ اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر آنسوؤں سے روئے۔ (مدارک۔ ماجدی)

حضور اکرمؐ امام حسینؑ کی مصیبت جبرئیلؑ سے سن کر روئے (ترمذی شریف) معلوم ہوا کہ امام حسینؑ پر رونا تو حضور اکرمؐ کی سنت ہے۔

***

مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾
يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا
تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ
اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾
فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا
الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ
وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾

وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو ﴿۸۶﴾
اَے میرے بیٹو! جاؤ یوسفؑ اور اُس کے سگے
بھائی کی کچھ خبر تو لاؤ۔ تم اللہ کی رحمت سے
مایوُس نہ ہو۔ حقیقتاً اللہ کی رحمت سے صرف
خدا کے منکر لوگ ہی مایوس ہوا کرتے ہیں" ﴿۸۷﴾
پھر جب وہ لوگ (مصر جا کر یوسفؑ کے دربار
میں) داخل ہوئے تو کہنے لگے: "اَے عزیزِ مصر!
(یعنی) اَے سردارِ بااقتدار! ہم اور ہمارے تمام
گھر والے بڑی سخت مصیبت میں گرفتار ہیں۔ اور
ہم تھوڑی سی پُونجی لائے ہیں۔ تو آپ ہمیں
بھر بھر کر غلّہ عنایت فرما دیں۔ اور ہم پر اِحسان
بھی کریں۔ یقیناً اللہ اِحسان کرنے والوں کو
بہت ہی اچھا بدلہ دیتا ہے[ا]" ﴿۸۸﴾

ا۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا حضور اکرمؐ سے پہلے کے انبیاء پر صدقہ خیرات حلال تھا یا حرام؟ اکثر علماء کے نزدیک حرام تھا۔ نبی زادوں کو مخلوق کے سامنے جھکنے اور ان سے بطور صدقہ خیرات کچھ لینے کی ممانعت ہے۔ کیوں کہ صدقہ لوگوں کے ہاتھوں کا میل کچیل ہوتا ہے۔ اور صدقہ لینے والے کی آنکھ دینے والے کے سامنے میلی ہو جاتی ہے۔ اسی لئے یہاں خیرات سے مراد حُسنِ ضیافت، مہمانوں پر احسان یا حق سے زیادہ دینا ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۳، لغات القرآن نعمانی جلد ۲ صفحہ ۱۳۱)۔

کیونکہ حضرت یوسفؑ اپنے بھائیوں کے مزاج کی تمکنت، شان بان سے خوب واقف تھے۔ جب اُن کا یہ لہجہ، یہ گدایانہ، سائلانہ، فقیرانہ انداز دیکھا تو رہا نہ گیا۔ دل پگھل کر رہ گیا۔ پیغمبرؑ کا دل تو دشمنوں تک کی تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتا، اس لئے برداشت نہ کر سکے اور فوراً اپنا تعارف کرا کے سب کو اپنے پاس بلوالیا۔ (ماجدیؒ)

* * *

www.drhasanrizvi.org

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ
أَنْتُمْ جٰهِلُونَ ﴿۸۹﴾
قَالُوٓا أَءِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهٰذَآ
أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ
فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۹۰﴾
قَالُوا تَاللّٰهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا

یوسفؑ نے کہا: "کچھ تمھیں یہ بھی خبر ہے کہ تم نے یوسفؑ اور اُس کے (سگے) بھائی کے ساتھ کیا (سلوک) کیا تھا؟ جب کہ تم جہالت میں مُبتلا تھے"[1] ﴿۸۹﴾ وہ چونک کر بولے: "ہائیں! کیا سچ مُچ تم یوسفؑ ہو؟" یوسفؑ نے کہا: "ہاں میں ہی یوسفؑ ہوں اور یہ میرا (سگا) بھائی ہے۔ حقیقتاً اللہ نے ہم پر اِحسان کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی بھی "تقویٰ" (یعنی) بُرائی سے بچتے ہوئے خدا کے مقرّر کئے ہوئے فرائض کو اَدا کرتا ہے' اور صبر بھی کرتا ہے تو یقیناً اللہ نیک کام کرنے والوں کے اَجر و ثواب کو کبھی برباد نہیں کیا کرتا"[2] ﴿۹۰﴾ اُن لوگوں نے کہا: خدا کی قسم! تم کو اللہ نے ہم پر فضیلت بخشی

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "جس وقت خدا کا کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اگرچہ وہ عالم ہی کیوں نہ ہو مگر اس وقت تو وہ جاہل ہی بن جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو جاہل فرمایا۔ کیونکہ انہوں نے خود کو قتل عمد یا خواہ مخواہ کی اذیت دینے جیسے گناہ عظیم میں ڈالا تھا"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۲ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)۔

***

[2] یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ قرآن تو حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کو اس پیغمبرانہ شان کے ساتھ پیش کر رہا ہے جب کہ بائبل میں حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ کو ایسے رنگ میں دکھایا گیا ہے جیسے عرب کے معمولی بدوی لوگ ہوتے ہیں۔

مثلاً بائبل کا ایک بیان ملاحظہ ہو ---- کہ جب بیٹوں نے آکر خبر دی کہ یوسفؑ اب تک زندہ ہے اور وہی سارے مصر کا حاکم ہے تو یعقوبؑ کا دل دھک سے رہ گیا۔ کیونکہ اس نے ان کا یقین نہ کیا.... اور جب ان کے باپ یعقوبؑ نے وہ گاڑیاں دیکھیں جو یوسفؑ نے ان کو لانے کے لئے بھیجی تھیں، تب اس کی جان میں جان آئی" (پیدائش، ۴۵: ۲۶، ۲۷) (تفہیم القرآن)

ہے اور واقعی ہم لوگ بڑے خطا کار تھے" (۹۱)

(یہ اعتراف سُنتے ہی) یوسفؑ نے کہا: "بس اَب آج (سے) تم پر کوئی اِلزام نہیں ہے۔[1] اللہ تمھیں معاف کرے۔ وہ تو تمام رحم کرنے والوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر رحم کرنے والا ہے (۹۲) لے جاؤ میرے اِس کُرتے کو اور میرے باپ کے مُنہ پر ڈال دو۔ اُن کی آنکھیں رَوشن ہو جائیں گی۔ پھر میرے پاس اپنے تمام گھر والوں کو لے کر آجاؤ" (۹۳) ع

پھر جب یہ قافلہ (مِصر سے) روانہ ہوا تو اُن کے باپ نے (اَپنے شہر کنعان[2] میں) کہا: "میں تو واقعاً یوسفؑ کی خوشبُو محسوس کر رہا ہوں۔ کہیں تم مجھے بہکا ہوا نہ سمجھ لینا (۹۴) گھر والوں

لَخٰطِـِٔیْنَ (۹۱)
قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (۹۲)
اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ وَ اْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ (۹۳) ع
وَ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ (۹۴)

[1] حضور اکرمؐ نے یہی الفاظ فتح مکہ کے موقع پر اپنے جانی دشمنوں سے کہے کہ "آج تم پر کوئی الزام نہیں" یعنی میری طرف سے آج تمہاری کوئی پکڑ دھکڑ نہیں کی جائے گی۔ میرا دل صاف ہے اور میں نے تمہیں معاف کیا۔ فرق یہی ہے کہ حضرت یوسفؑ نے تو اپنے بھائیوں سے یہ کہا تھا، مگر حضورؐ نے ان دشمنوں سے یہی کہا تھا جو تیرہ سال تک سخت سے سخت ترین ایذائیں انہیں پہنچاتے رہے تھے۔ حضرت یوسفؑ اگر اس زمانے میں ہوتے تو حضورؐ کی اس عظمت کو سلام کرتے۔ ***

[2] شہر کنعان مصر سے صدہا میل دور ہے۔ مگر ادھر کنعان سے قافلہ چلا کہ ادھر حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کی خوشبو آ گئی۔ ذکاوت نبویؐ اس کو کہتے ہیں جو فیضان الٰہیؐ بھی ہے اور معجزہ بھی۔

عرفاء نے لکھا کہ کتنی عجیب بات ہے کہ جب یوسفؑ شہر کنعان کے باہر کنوئیں میں تھے تو حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کی خوشبو نہ آئی مگر مصر سے خوشبو آگئی؟ معلوم ہوا کہ انبیاء اور اولیاء کے مکاشفات خدا کی مرضی کے تابع ہوتے ہیں

***

www.drhasanrizvi.org

نے کہا: "خدا کی قسم آپ تو ابھی تک اپنے اُسی
پُرانے خبط اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں" ﴿۹۵﴾
پھر جب خوشخبری دینے والا آیا تو اُس نے
یوسفؑ کا کُرتہ یعقوبؑ کے مُنہ پر ڈال دیا تو یعقوبؑ
کی آنکھیں دوبارہ روشن ہو گئیں۔ یعقوبؑ نے
کہا: "میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں اللہ کی
طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو" ﴿۹۶﴾
وہ سَب کے سَب بولے: "بابا جان! آپ ہمارے
گُناہوں کی معافی کے لئے دعا فرمائیں۔ واقعی ہم
خطا کار تھے"[1] ﴿۹۷﴾ یعقوبؑ نے کہا: "میں عنقریب
اَپنے پالنے والے مالک سے تمھارے لئے گُناہوں
کی معافی مانگوں گا۔ حقیقتاً وہ تو بڑا معاف
کرنے والا اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے" ﴿۹۸﴾

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾
فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ
بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا
لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾
قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا
خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾
قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ
الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾

[1] یوسفؑ کے بھائی بہرحال نبی زادے تو تھے، اسحاقؑ پیغمبر کے پوتے اور حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے پڑپوتے تھے۔ اتنے اعلیٰ خاندان کے افراد جو نبوت کی تربیت میں پلے بڑھے تھے، تو اس کا اثر کب تک نہ ظاہر ہوتا۔ آخر کار باپ کے اس جملے سے دل پگھل ہی گیا۔ اور رہا نہ گیا۔ اعتراف گناہ کرنا ہی پڑا اور یہ اعتراف باپ سے اس درخواست پر ختم ہوا کہ اب آپ خدا سے ہمارے گناہوں کی معافی کی شفاعت فرمائیں۔ اب قلب نبوت کی رحمت اور قلب پدری کی شفقت تو ملاحظہ فرمائیں کہ اس قدر جان لیوا بلائیں سہنے کے باوجود حضرت یعقوبؑ نے ایسے ظالم بیٹوں کو برا بھلا نہ کہا۔ اعتراف گناہ پر فوراً ان کی درخواست قبول فرمالی۔ (ماجدی)

* * *

www.drhasanrizvi.org

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَاىَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّىْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِىْٓ اِذْ اَخْرَجَنِىْ

پھر جب یہ لوگ یوسفؑ کے پاس (دربار میں) داخل ہوئے تو یوسفؑ نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور (اَپنے تمام گھر والوں کا اِستقبال کرتے ہوئے) کہا: "شہرِ (مصر) میں داخل ہوجاؤ۔ اللہ نے چاہا تو (یہاں) امن و اطمینان سے رہوگے"(۹۹) پھر اُنھوں نے اپنے والدین کو تختِ (شاہی) پر اُونچا بٹھایا۔ اور (اُس وقت) وہ سَب کے سب یوسفؑ کے آگے (بے اِختیار تعظیماً) سجدے میں جھک گئے۔[1] اِس پر یوسفؑ نے کہا: "بابا جان! یہ مطلب (تعبیر) ہے میرے اُس خواب کا جو میں نے پہلے دیکھا تھا، میرے پالنے والے مالک نے اُسے حقیقت بنا دیا (یا) سچ کر دِکھایا۔ یہ اُس کا اِحسان ہے کہ اُس نے مجھے قید خانے (کی

[1] حضرت امام علی نقیؑ سے پوچھا گیا کہ حضرت یعقوبؑ نبی تھے تو پھر انہوں نے اور اُن کے بیٹوں نے یوسفؑ کو سجدہ کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا۔ "انہوں نے یوسفؑ کو سجدہ نہیں کیا تھا بلکہ خدا کے لئے سجدۂ شکر کیا تھا۔ اصل میں ان کا مقصد خدا کی اطاعت اور یوسفؑ کو بڑائی دینا تھا۔ جیسا کہ فرشتوں نے آدمؑ کو سجدہ کیا تھا حضرت یعقوبؑ نے پریشانی دور ہونے اور یوسفؑ کے ملنے کے سبب خدا کے سامنے سجدۂ شکر کیا تھا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خود حضرت یوسفؑ نے اس وقت اپنے سجدۂ شکر میں فرمایا" تو نے مجھے ایک طرح کی حکومت بخشی ہے" (چونکہ خطاب اللہ سے ہے اس لئے سجدہ بھی اللہ کو تھا) (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۶ بحوالہ تفسیر قمی)۔

آخر میں حضرت یوسفؑ کی پاکیزگی اور نفس کی بلندی کا اندازہ فرمائیں کہ سارے گناہ کی ذمہ داری اپنے بھائیوں پر نہ ڈالی بلکہ شیطان کو ذمہ دار قرار دیا تاکہ بھائی مزید شرمندہ نہ ہوں۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

مُصیبت) سے نِکالا، پھر آپ لوگوں کو صحرا سے
یہاں لا کر مجھ سے مِلایا۔ اِس کے باوجود کہ شیطان
میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان پھُوٹ
ڈال چُکا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا پالنے والا
مالک جِس پر چاہتا ہے مہربانی فرماتا ہے (یا)
میرا پالنے والا مالک اَپنی غیر محسوس تدبیروں
سے اَپنی مرضی کو پُورا کرنے والا ہے۔ اِس میں
کوئی شک ہی نہیں ہے کہ وہ سب کچھ جاننے
والا اور گہری مصلحتوں کے مطابق دانائی کے
ساتھ بالکل ٹھیک کام کرنے والا ہے (۱۰۰)
اَے میرے پالنے والے مالک! تُو نے مجھے ایک
طرح کی حکومت بخشی ہے اور مجھے خوابوں اور
حقیقتوں کی تہ تک پہنچنے کا عِلم بھی سکھایا ہے۔[۱]

مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ
بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ
اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ
الْحَكِيْمُ (۱۰۰)
رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ

[۱] حضرت امام محمد باقرؑ سے کسی نے پوچھا کہ "حضرت یعقوبؑ مصر پہنچ کر کتنے دن زندہ رہے؟" فرمایا "دو سال" پوچھا "اس وقت خدا کی حجت کون تھا؟" فرمایا ---- "حضرت یعقوبؑ تھے۔ مگر جب حضرت یعقوب کا انتقال ہو گیا اور حضرت یوسفؑ نے ان کا تابوت شام بھیج دیا اور وہ بیت المقدس میں دفن ہو گئے تو اس وقت حضرت یوسفؑ خدا کی حجت بنے" ۔ پوچھا گیا کہ "کیا حضرت یوسفؑ بھی نبی تھے؟" فرمایا -- "ہاں کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں پڑھا -- "اور یقیناً یوسفؑ پہلے ہی تمہارے پاس کھلے کھلے احکامات لے کر آچکے ہیں" ۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۶ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)۔

***

www.drhasanrizvi.org

الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ
وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ
اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾
ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ
لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾
وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تُو ہی دُنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے۔ مجھے دُنیا سے (حقیقی) مُسلمان (یعنی خدا کا اِطاعت کرنے والا) اُٹھانا[ۓ] اور مجھے (اُس دُنیا میں) نیک کام کرنے والوں کے ساتھ ملا دینا" ﴿۱۰۱﴾

یہ غیب کی چھُپی ہوئی خبریں ہیں جو ہم آپؐ پر وحی کر رہے ہیں (کیونکہ) آپؐ تو اُن کے پاس موجود نہ تھے، جب یوسفؑ کے بھائیوں نے آپس میں اِتّفاق کر کے یہ (سَب کچھ) طے کیا تھا اور جَب وہ لوگ خُفیہ تدبیر کر رہے تھے ﴿۱۰۲﴾ اور آپؐ چاہے کِتنا ہی چاہیں، اِن میں کے اکثر لوگ (حق کو) ماننے والے نہیں ﴿۱۰۳﴾ حالانکہ آپؐ اِس خدمت پر اُن سے کوئی معاوضہ

ۓ حضرت یوسفؑ کی یہ دعا کہ "مجھے دنیا سے اپنا مسلم یعنی فرماں بردار اٹھانا" - بتاتا ہے کہ (۱) انبیاء تک توفیقات خداوندی کے کتنے طلب گار اور محتاج ہوتے ہیں - اور (۲) ان میں خدا سے ملاقات کا شوق کتنا بیدار ہوتا ہے-

رہا یہ سوال کہ یوسفؑ نبی ہو کر صالحین کے ساتھ ملنے کی دعا کیوں کر رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ صالحین کا مفہوم اضافی ہے - حضرت یوسفؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت محمدؐ و آل محمدؐ جیسے صالحین کے مرتبے اور عظمت کے حصول کی دعا فرما رہے ہیں-

* * *

www.drhasanrizvi.org

بھی نہیں مانگتے ۔ یہ (قرآن) تو بس نصیحت
(یعنی بھلائی چاہتا) ہے تمام جہانوں کے لئے ﴿۱۰۴﴾ ع
زمین اور آسمانوں میں کتنی کچھ نشانیاں ہیں
جن پر سے یہ لوگ گزرتے ہی رہتے ہیں اور
اُن پر ذرا بھی توجّہ نہیں کرتے ﴿۱۰۵﴾ اور اُن میں
زیادہ تر لوگ اللہ کو مانتے تو ہیں مگر اِس
طرح کہ اُس کے ساتھ دُوسرے خداؤں کو بھی
شریک ٹھہراتے ہیں[ا] ﴿۱۰۶﴾ کیا وہ اِس خطرہ
سے مُطمئن اور بےخوف ہو گئے ہیں کہ اُن پر
کوئی چھا جانے والا اللہ کا عذاب اچانک
آجائے یا پھر بےخبری کے عالم میں قیامت
کی گھڑی اچانک اُن پر ٹُوٹ پڑے؟ ﴿۱۰۷﴾ آپ
اُن سے صاف صاف فرما دیں کہ یہ ہے میرا

ع ۱۱ ۵

وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع
وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ
عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾
وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾
اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ
تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

ا ۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا "یہاں شرک سے مراد اطاعت میں شرک کرنا ہے ۔ عبادت میں شرک کرنا مراد نہیں جب کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ خدا کی بجائے شیطان کی اطاعت کرتا ہے ۔ اسی طرح شیطان کو خدا کی اطاعت میں شریک کرتا ہے ۔ خدا کی عبادت میں نہیں بلکہ خدا کی اطاعت میں شرک کرتا ہے"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۷ بحوالہ تفسیر قمی و تفسیر عیاشی)۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "یہ آیت ایسے لوگوں کے بارے میں ہے جو یہ کہیں کہ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو میں مر جاتا ، تم نے دیکھا کہ ایسا شخص دوسروں کو خدا کے اختیارات میں شریک سمجھتا ہے کیونکہ زندگی اور رزق ، موت اور بلاؤں کا دور کرنا تو خالص اللہ ہی کا کام ہے" اس پر کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی یوں کہے کہ "فلاں شخص کے سبب اگر خدا نے مجھ پر احسان نہ کیا ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا ۔ امامؑ نے فرمایا "ہاں اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں"۔ (تفسیر عیاشی)۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

راستہ کہ میں اللہ کی طرف بُلاتا ہوں پُوری پُوری طرح سمجھ بُوجھ کر۔ میں بھی اور وہ شخص بھی جو میرے پیچھے پیچھے چلے[1]۔ اور اللہ کی ذات ہر بُرائی یا عَیب سے پاک ہے۔ اور میں مُشرکوں میں سے نہیں ہوں (یا) مشرکوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے (۱۰۸)

اور ہم نے آپؐ سے پہلے جو پیغمبرؑ بھیجے تھے وہ سَب کے سَب اِنسان ہی تو تھے اور اِنھیں بستیوں کے رہنے والوں ہی میں سے تھے۔ اور ہم اُنھیں کی طرف اپنی وحی بھیجتے ہی رہے ہیں۔ تو کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں کہ وہ یہ دیکھتے کہ کیا انجام ہوا اُن لوگوں کا جو اُن سے پہلے تھے؟ یہ حقیقت ہے کہ آخرت کا

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۰۸) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ

[1] رسولؐ کا یہ فرمانا کہ "میں بھی اور وہ شخص بھی جو میرے پیچھے پیچھے چلے" اس کی تفسیر فرداکمل ہونے کے لحاظ سے تو اس کے اولین مراد حضرت علیؑ ہیں اور اُن کے بعد اِس کے معیاری مصداق وہ ائمہ اہل بیتؑ ہیں جن کی پوری زندگی اتباع رسولؐ کے معیار پر پورے طور پر مکمل تھی۔ (تفسیر علی ابن ابراہیمؒ)

پھر ہر وہ شخص اسی حد تک اس آیت کا مصداق ہے جو جتنا رسولؐ کی پیروی کرتا ہے کیونکہ ہر عمل کے درجات ہوتے ہیں۔ اسی طرح آیت کے مصداق کے بھی درجات و مراتب ہوتے ہیں۔ (تفسیر المیزان)۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾
حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا
جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا
عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾

گھر اُن لوگوں کے لئے کہیں بہتر ہے جنھوں نے (پیغمبروںؑ کی بات مان کر) "تقویٰ" (یعنی) بُرائیوں سے بچتے ہوئے خدائی احکامات پر عمل کیا۔ تو کیوں تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ ﴿۱۰۹﴾ یہاں تک کہ جب (ہمارے) پیغام لانے والے نااُمّید ہوتے[1] لگے اور اُنھوں نے گمان کیا کہ یقیناً وہ جھٹلائے گئے ہیں (یا لوگوں نے بھی یہ) سمجھ لیا کہ اُن سے جھوٹی باتیں کہی گئی تھیں، تو اُن پیغمبروںؑ کے پاس ہماری مدد آن پہنچی۔ تو پھر جسے ہم نے چاہا بچا لیا۔ اور مجرموں کے لئے ہماری سزا ہٹائے نہیں ہٹتی۔ (یا) گناہگاروں سے ہمارا عذاب ٹالے نہیں ٹالا جا سکتا۔ (یہاں مجرم اور گناہگار فرما کر یہ جتلا دیا کہ خدا نے اُنھیں کو بچانا چاہا جو مجرم اور گناہگار نہ تھے) ﴿۱۱۰﴾

[1] رسولوںؑ کے نا امید ہونے کا مطلب شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا۔ "یعنی (جب) وعدہ عذاب کو دیر لگی۔ یہاں تک کہ رسولؑ نا امید ہو گئے کہ شاید (یہ عذاب) ہماری زندگی میں نہ آئے گا، پیچھے (ہمارے بعد) آوے گا"۔ پھر لکھا۔ "پیغمبروں کو یقین ہو گیا کہ ان کی تکذیب ہو گئی۔ جس کے بعد کسی کے ایمان لانے کا سوال ہی نہیں رہا اور امتوں نے گمان کیا کہ پیغمبروں سے جو فتح و ظفر کے وعدے ہوئے تھے وہ غلط نکلے" (ملخص از موضح القرآن و تفسیر تبیان)۔

***

www.drhasanrizvi.org

حقیقتاً اِن قِصّوں میں صاحبانِ عقل کے لئے
سبق ہے۔ یہ کوئی بناوٹی باتیں نہیں ہیں جیسے گھڑ
لیا گیا ہو۔ بلکہ یہ (قرآن) تصدیق ہے اُس کی
جو پہلے موجود تھا، اور (اِس میں) ہر بات کی
تفصیل و تشریح ہے، اور یہ ہدایت اور رحمت ہے
اُن لوگوں کے لئے جو اِس کو مانیں ﴿۱۱۱﴾ ع

ع ۱۲ / ۷ / ۲

آیات ۴۳ سورۂ رعد مکّی رکوعات ۶

(گرج والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب
کو فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے ○

الف۔ لام۔ میم۔ را۔[1] یہ آیتیں کِتاب (اِلٰہی)
کی ہیں جو آپؐ کے پالنے والے مالک کی طرف

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا
كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ
يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً
لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۱۱﴾ ع

آیاتها ۴۳ (۱۳) سُورَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتها ۶

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ○

الٓمٓرٰ ۚ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ ۗ وَالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ

[1] الف۔ لام۔ میم۔ را۔ حروف مقطعات ہیں۔ جن کا حقیقی مفہوم خدا، رسولؐ یا امام معصومؑ ہی جانتے ہیں۔ رسولؐ یا امامؑ ان حروف کو خاص ترتیب سے ملا کر جب دعا کرتے ہیں تو دعا فوراً یقینی طور پر قبول ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ الف لام را مخفف ہے " انا اللہ اعلم و اری ماتعملون " کا۔ یعنی " میں خدا خوب اچھی طرح جانتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں " جو تم کر رہے ہو " ۔ یا مخفف ہے " انا اللہ الملک الرحمٰن " کا۔ یعنی " میں اللہ کائنات کا بادشاہ بھی ہوں اور سب پر مہربان بھی " ۔ (تفسیر کبیر امام رازی)۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ①
اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ
اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ
يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

سے اُتاری گئی ہیں، جو بالکل سچی حقیقت ہیں۔ مگر زیادہ تر لوگ اُس کو مان نہیں رہے ہیں ①

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ایسے سہاروں اور ستونوں کے بلند کیا جنھیں تم دیکھ سکو[1]، پھر وہ پورے اِقتدار کے ساتھ تخت پر مُتمکّن ہوا[2]۔ (یعنی اُس کا حُکم پوری کائنات پر جاری و ساری ہوا) اور اُس نے سورج اور چاند کو قابو میں رکھا (یا) ایک قانون کا (ایسا) پابند بنا دیا کہ (اَب) ہر چیز ایک وقتِ مقرّرہ تک کے لئے چل رہی ہے[3]۔ وہی (اللہ) پوری سمجھ بُوجھ کے ساتھ سارے کاموں کا اِنتظام بھی کرتا ہے اور اپنی (قُدرت اور حِکمت کے) حقائق ونشانات کھول کھول کر تفصیل کے ساتھ بیان بھی کرتا ہے۔

[1] اس آیت نے یونانی فلسفیوں کے اس خیال کو رد کر دیا کہ آسمان کوئی قائم بالذات اور صاحبِ عقل دیوتا ہے۔ امام رازی نے لکھا کہ اس آیت نے یہ بتایا کہ آسمان کو قائم رکھنے والے ستون نہیں بلکہ اس کا اصلی ستون خدا کی قوت، حفاظت، حکم اور تدبیر ہے جس کو تم دیکھ نہیں سکتے ہاں سمجھ سکتے ہو۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

***

[2] ایسی تمام آیتوں سے اللہ کی سلطنت اور حکومت مراد ہے۔ کیوں کہ خدا کی ذات کسی جگہ بیٹھنے سے تو بلند و بالا ہے۔ (ملخص از لغات القرآن نعمانی جلد ۳ صفحہ ۲۶۵ سے ۲۶۷)۔

***

[3] تسخیر کے معنی کسی کو زبردستی کسی خاص کام میں لگا دینے کے بھی ہیں اور کسی چیز کو کسی کے بس میں دے دینے کے بھی ہیں۔ (لغات القرآن نعمانی جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)

***

www.drhasanrizvi.org

لَعَلَّكُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّكُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ ۝۲
وَهُوَ الَّذِىۡ مَدَّ الۡاَرۡضَ وَجَعَلَ فِيۡهَا رَوَاسِىَ وَاَنۡهٰرًا ؕ
وَمِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيۡهَا زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ يُغۡشِى
الَّيۡلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۝۳
وَفِى الۡاَرۡضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنۡ اَعۡنَابٍ

تاکہ تم اَپنے پالنے والے مالک سے مُلاقات کا یقین کر لو ۝۲

اور وہی (خدا) ہے جس نے زمین کو پھیلایا[۱]۔ اور اُس میں بوجھل پہاڑوں کو گاڑ دیا اور دریاؤں کو بہا دیا۔ اور ہر طرح کے پھلوں کے دوہرے جوڑے پیدا کیۓ[۲]۔ اور وہی رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے۔ حقیقتاً اِن ساری چیزوں میں (خدا کی قدُرت و حکمت کی) بڑی نِشانیاں اور دلیلیں ہیں، اُن لوگوں کے لئے جو غور و فکر سے کام[۳] لیں ۝۳

اور زمین میں مختلف قِسم کے ٹکڑے ایک دُوسرے کے ساتھ ساتھ، پہلوُ بہ پہلوُ پائے جاتے ہیں۔ (مثلاً) انگوروں کے باغ ہیں، کھجوُروں کے درخت ہیں، جن میں سے کچھ تو ایک ہی

۱؎ امام رازی نے لکھا کہ زمین ہے تو گول مگر کیوں کہ جسامت اس کی بہت بڑی ہے اس لئے انسان کی آنکھ کے سامنے جتنا ٹکڑا آتا ہے وہ مسطح ہی نظر آتا ہے۔ اس کی گولائی نظر نہیں آتی۔ اس لئے فرمایا کہ زمین کو پھیلایا۔ (تفسیر کبیر امام رازی)۔

***

۲؎ صفتوں کے لحاظ سے پھلوں کی ہر نوع کی دو دو قسمیں ہوتی ہیں مثلاً سیاہ یا سفید، چھوٹی یا بڑی، میٹھی یا کھٹی وغیرہ (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۸)۔

***

۳؎ محققین نے نتیجے نکالے ہیں کہ (۱) خدا ہر کام کا انتظام گہری حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق فرماتا ہے۔ (۲) نیز یہ کہ وہ صرف خالق ہی نہیں بلکہ حاکم، منتظم اور متصرف بھی ہے۔ (۳) نیز یہ کہ زمین نہ کوئی دیوی ہے نہ دیوتا ہے بلکہ خدا کا پھیلایا ہوا ایک فرش ہے (تفسیر کبیر امام رازی)۔

***

www.drhasanrizvi.org

جڑ سے کئی درخت (بن کر) نکلے ہیں[1] اور کچھ
ایسے نہیں ہیں۔ (یا) جن میں سے کچھ تو اکہرے
ہیں اور کچھ دوہرے ہیں۔ (جب کہ عجیب بات
یہ ہے کہ) سب کے سب کو ایک ہی پانی سیراب
کرتا ہے۔ مگر کسی کو تو ہم بہت مزیدار بنا دیتے
ہیں اور کسی کو کم مزیدار۔ (یا) کچھ کو کچھ پر
ہم ذائقہ میں فوقیّت دے دیتے ہیں۔ یہ حقیقت
ہے کہ اِن سب باتوں میں (خدا کی قدرت
اور حکمت کی) نشانیاں اور دلیلیں ہیں اُن
لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیں[2] ④
اَب اگر تمھیں تعجّب ہی کرنا ہے تو پھر تعجّب
کی بات تو اُن لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ: "جب
ہم مَر کر مٹّی ہو جائیں گے تو پھر ہم نئے سِرے

وَّزَرْعٌ وَّنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ④
وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ

1۔ "صنوان" کھجور کے ایسے درختوں کو کہتے ہیں جو ایک ہی جڑ سے کئی نکلتے ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۸)۔

***

2۔ ان تمام حکمتوں کو خدا کی قدرت حکمت اور عظمت کی نشانی بتا کر ان نیچری مذاہب کو یکسر باطل قرار دے دیا جو کائنات کو صرف طبعی قوانین کا مقید سمجھتے ہیں اور کسی قانون بنانے والے کو نہیں مانتے۔ (ماجدی)

***

خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ
الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ

سے (کیسے) پیدا کئے جائیں گے[1]؟" یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پالنے والے مالک (کی قدرت اور حکمت) کا اِنکار کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہوں گے اور یہی لوگ جہنّم والے ہوں گے کہ وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۵

اور وہ لوگ آپؐ سے بھلائی اور فائدے حاصل کرنے سے پہلے عذاب یا بُرائی کے لئے جلدی مچا رہے ہیں۔ حالانکہ اُن سے پہلے خدائی سزاؤں کے (بہت سے) نمونے گزُر چکے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا پالنے والا مالک لوگوں کی زیادتیوں کے باوجود بڑا معاف کرنے والا ہے[2]۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تیرا

[1] قیامت کے منکر اس قدر کم عقل ہیں کہ اتنا تک نہیں سوچتے کہ جو خدا اتنی عظیم الشان چیزوں کو، زمین و آسمان کو، عدم محض سے از سر نو، بالکل پہلی مرتبہ پیدا کر سکتا ہے اور پیدا کئے ہی چلا جا رہا ہے، بھلا اس کے لئے ان چیزوں کو دوبارہ شکل دے دینا کیسے ناممکن ہو سکتا ہے؟۔ آخرت کو ماننا قابل مضحکہ نہیں، اس کا انکار کرنا تمام تر قابل مضحکہ ہے (ماجدی)

***

[2] حضرت علیؑ نے فرمایا "پہلی امتوں پر اُن کے برے کاموں کے سبب سے جو عذاب اترے ہیں اُن سے سبق سیکھو۔ آرام اور تکلیف دونوں میں اُن کے حالات یاد کرتے رہو۔ مگر اِس بات سے ڈرتے رہو کہ تم بھی ایسے ہی تباہ و برباد نہ ہو جاؤ" (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۸ بحوالہ نہج البلاغہ)۔

حضور اکرمؐ نے اس آیت کے نازل ہونے پر فرمایا "اگر خدا کی معافی نہ ہوتی تو کسی کو بھی اپنی زندگی اچھی معلوم نہ ہوتی اور اگر خدا نے سزا کا وعدہ نہ فرمایا ہوتا تو پھر ہر شخص کو خدا کی معافی پر اتنا زیادہ بھروسہ ہو جاتا کہ کوئی نیکی ہی نہ کرتا"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۸ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)۔

***

www.drhasanrizvi.org

عَلٰی ظُلۡمِہِمۡ ۚ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَشَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۶﴾
وَ یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ لَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡہِ اٰیَۃٌ مِّنۡ
رَّبِّہٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّ لِکُلِّ قَوۡمٍ ہَادٍ ﴿۷﴾ ع
اَللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ کُلُّ اُنۡثٰی وَ مَا تَغِیۡضُ الۡاَرۡحَامُ

پالنے والا مالک بڑی ہی سخت سزا دینے والا بھی ہے ﴿۶﴾

جن لوگوں نے آپؐ کی بات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ: "اِس شخص (رسولؐ) پر اِس کے پالنے والے مالک کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اُترتی؟" حالانکہ آپؐ تو صرف بُرے انجام کے سامنے آنے سے پہلے بُرے انجام سے ڈرانے والے ہیں۔ اور (اِسی طرح) ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا ہوا کرتا ہے[1] ﴿۷﴾ ع

اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ کوئی عورت اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہے۔ اور (وہ یہ بھی جانتا ہے کہ) جو پیٹ کے اندر ہے (یعنی بچّہ مکمّل ہے

ع ۷/۱

---

[1] حضور اکرمؐ نے اس آیت کے نازل ہونے پر فرمایا "میں ڈرانے والا ہوں اور علیؑ میرے بعد ہادی ہیں"۔ پھر حضرت علیؑ سے فرمایا "میرے بعد ہدایت پانے والے تمہارے ہی ذریعہ سے ہدایت پائیں گے"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۸ ۔ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)۔

خدا کا پہلے فرمانا کہ "آپؐ تو ڈرانے والے ہیں" اور پھر یہ کہنا کہ "ہر قوم کا ایک رہنما ہوتا ہے" بتاتا ہے کہ آپؐ کے بعد ہر دور کے انسانوں کی رہنمائی کا خالق ہی نے انتظام فرمایا ہے اور آخری امت میں یہ رہنمائی کرنے والے ائمہ اہل بیتؑ ہیں۔ اسی لئے امام جعفر صادقؑ نے روایت فرمائی کہ "ڈرانے والے تو رسولؐ ہیں اور ہادی علیؑ اور ان کے بعد ائمہ معصومینؑ ہیں (تفسیر علی بن ابراہیم)۔

***

www.drhasanrizvi.org

وَمَا تَزْدَادُ ۚ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ﴿٨﴾
عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ﴿٩﴾
سَوَاءٌ مِنْكُمْ مَنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ
مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ﴿١٠﴾
لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ

یا نا مکمّل یا کِتنے دن پیٹ میں رہنے والا ہے
وغیرہ وغیرہ) اور ہر چیز اُس کے یہاں ایک
مقرّرہ مقدار میں، ایک اندازے سے ہے[1] ۸ اور
وہ چھُپی ہوئی (باطنی) یا کھُلی ہوئی (ظاہری) تمام
چیزوں کا جاننے والا ہے۔ وہ بزرگ سَب سے
اعلیٰ، اور ہر حال میں بلند و بالا رہنے والا ہے ۹
اُس کے لئے برابر ہے چاہے تم میں سے کوئی
چُپکے چپکے باتیں کرے یا زور زور سے بات
کرے، کوئی رات کے پردے میں چھُپا ہوا ہو،
یا دن کی روشنی میں چل رہا ہو[2] ۱۰ اُس کے
مقرّر کئے ہوئے پہرے دار ہر شخص کے آگے اور
پیچھے لگے ہوئے ہیں، جو اللہ کے حُکم سے اُس
کی حفاظت کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا

[1] پیٹ کے اندر کمی یا زیادتی کے معنی (۱) بچے کے مکمل یا ناقص ہونے کا علم (۲) اس کی مدتِ حمل کم یا زیادہ ہونے کا علم (۳) حمل قبل از وقت ساقط ہو جائے گا یا پورے دنوں کا ہو کر بچہ پیدا ہو گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ (تفسیر علی بن ابراہیم)۔

***

[2] یہ آیت بے حد موثر طور پر کافروں، ظالموں اور حق کے منکروں کو بتا رہی ہے کہ تمہارا معاملہ ایک ایسے خدا سے ہے جو تم میں سے ہر شخص کو اس وقت سے جانتا ہے جب کہ تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بن رہے تھے اور زندگی بھر تمہاری ہر حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ اس کے ہاں تمہاری قسمتوں کا فیصلہ ٹھیٹھ عدل کے ساتھ تمہارے اوصاف و اعمال کے لحاظ سے ہوتا ہے اور زمین و آسمان میں کوئی ایسی طاقت نہیں جو اس کے فیصلوں پر اثر انداز ہو سکے۔ (تفہیم القرآن)

***

www.drhasanrizvi.org

کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کرے[۱]۔ اور جب اللہ کسی قوم کی برائی (تباہی) کا فیصلہ کرلے تو وہ پھر کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتا۔ اور نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی یا مددگار ہوتا ہے[۲] ⑪

وہی ہے جو تمھیں چمکتی بجلیاں دکھلاتا ہے تمھیں ڈرانے اور امیدیں پیدا کرنے کے لئے۔ اور بھاری بھرکم، پانی سے لدے ہوئے بادل پیدا کرتا ہے ⑫ اور بادل کی گرج (تک خدا کی تسبیح پڑھتی ہے، اس کی تعریف کے ساتھ، اور سب فرشتے بھی خدا کے خوف سے لرزتے ہوئے (خدا کی تسبیح پڑھتے ہیں اس کی حمد کے ساتھ

مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ⑪

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ⑫

وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَ

[۱] یعنی اس غلط فہمی اور خام خیالی میں نہ رہنا کہ کوئی پیر فقیر، جن یا فرشتہ تمہاری نذروں نیازوں کی رشوت لے کر تمہیں تمہارے برے کاموں کی پاداش سے بچالے گا۔ اصل چیز خود کی اصلاح کرنا ہے (تفہیم)

***

[۲] اللہ کا ارادہ قوم کی نافرمانی اور برے اعمال کی سزا کے لئے ہوتا ہے۔ فرشتے انسان کی حفاظت کرتے رہتے ہیں مگر جب سرکشی حد سے بڑھ جاتی ہے تو خدا کے حکم پر حفاظت کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ نتیجتاً قوم کا تیا پانچا ہو جاتا ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

اور وہ گرتی گرجتی کڑکتی بجلیوں کو بھیجتا ہے
اور انھیں پہنچاتا ہے جس تک چاہتا ہے[1]۔ جب کہ
لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں۔
اور اس کی چال بڑی زبردست ہے (یا) وہ
سخت عذاب والا بھی ہے ﴿۱۳﴾
اسی (خدا) کو پکارنا برحق ہے۔ اور اسے
چھوڑ کر جنھیں وہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی
پکار کا ذرا سا بھی جواب نہیں دے سکتے۔
انھیں پکارنا تو ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص
پانی کی طرف دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے پانی
سے درخواست کرے کہ تو میرے منہ تک آجا۔
حالانکہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں ہے[2]۔ بس
اسی طرح کافروں کا پکارنا، دعا کرنا (امیدیں

يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ
يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾
لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا
يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ
لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا

[1] محققین نے یہ نتیجہ نکالا کہ گرج یا بادل کوئی دیوتا نہیں ہیں – جیسا کہ ہزاروں سالوں سے بہت سی قومیں مانتی آئی ہیں – یہ تو خدا کے حکم کے تابعدار ہیں – بجلی کی حمد سے مراد ان کی تابعداری ہے یا ان پر مسلط فرشتوں کی تسبیح ہے، دونوں صورتوں میں بادل بجلی ایک محکوم چیز ہیں – حاکم یا دیوتا نہیں – (تفسیر کبیر امام رازی)–

***

[2] جیسے کوئی احمق پیاسا پانی جیسی بے جان، بے عقل، بے حس، بے قدرت چیز کی طرف امیدوں کے ساتھ ہاتھ پھیلائے رکھے اور اس سے درخواست کرتا رہے کہ میرے منھ تک آجا– میری پیاس بجھا جا– مگر پانی اس کی فریاد کو کبھی نہیں پہنچتا– اسی طرح یہ بے حس، بے عقل، بے جان، بے قدرت بت ہیں کہ ان سے فریادوں پر فریادیں کرتے رہو مگر بے نتیجہ

"اثر ان پر مگر نہیں ہوتا"
شاعری میں اسی لئے محبوب کو بت کہتے ہیں

***

www.drhasanrizvi.org

باندھنا) کچھ نہیں ہے مگر لاحاصل اور بے فائدہ
(ایسا تیر جو نشانے پر کبھی نہ لگے) ⑭ وہ تو اللہ
ہی ہے جس کو زمین اور آسمانوں کی ہر چیز
خوشی یا ناخوشی سجدہ کر رہی ہے (یعنی مکمل
اطاعت کر رہی ہے) اور سب چیزوں کے سائے
تک صبح و شام اُس کے آگے سجدہ ریز[1] ہیں ⑮
(سجدہ کیجئے)

اُن سے پوچھئے کہ آسمانوں اور زمین کا مالک
کون ہے؟ کہئے اللہ۔ پھر کہہ دیجئے کہ "کیا تم
نے اُسے چھوڑ کر ایسے خالی موالی اور سرپرست
بنالئے ہیں جو نہ تو خود اپنے ہی لئے کسی فائدے
پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ خود کو کسی نقصان
سے بچا سکتے ہیں؟" کہئے "کیا اندھا اور آنکھوں

فِیْ ضَلٰلٍ ⑭
وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ
كَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ⑮ السجدة
قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ
اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ
نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ

[1] یہاں سجدوں سے مراد خدا کے کاملاً مطیع و فرمانبردار ہونا ہے۔ محققین کے نزدیک سائے سے مراد آثار اور نتائج ہیں مطلب یہ ہوا کہ ہر موجود بذات خود بھی خدا کا مطیع ہے اور اس کے آثار و خواص و افعال بھی۔ (کشاف)۔

سایوں کا صبح و شام مشرق یا مغرب کی طرف گرنا اس بات کی علامت ہے کہ یہ تمام چیزیں خدا کے بنائے ہوئے قانون کی اطاعت کر رہی ہیں۔

***

والا برابر ہوتا ہے ؟ کیا روشنی اور اندھیرے
برابر ہوتے ہیں[1] ؟ (اگر ایسا نہیں ہے تو) کیا
اِن کے ٹھہرائے ہوئے خدا کے شریکوں نے بھی
اللہ کی طرح کچھ پَیدا کیا ہے ؟ جس کی وجہ سے
یہ لوگ پَیدا کی ہوئی چیزوں کے بارے میں شک
میں پڑ گئے ہیں[2] ؟ کہو کہ "ہر چیز کا پیدا کرنے والا
صرف (اور صرف) اللہ ہے۔ اور وہ اکیلا سَب
پر غالب (یعنی) خود اَپنے زور پر حُکم چلانے
والا اور سَب کو مغلُوب کرکے رکھنے والا ہے[2] (۱۶)
(اُسی اللہ نے) آسمان سے پانی اُتارا تو
نّدی نالے اپنی مناسب مِقدار کے مطابق بہہ
نکلے۔ پھر جب سیلاب اُٹھّا تو پانی نے اَپنے
اوپر جھاگ اُٹھا لئے۔ ایسے ہی جھاگ اُن دھاتوں

اَمۡ هَلۡ تَسۡتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوۡرُ ۚ اَمۡ جَعَلُوۡا لِلّٰهِ
شُرَكَآءَ خَلَقُوۡا كَخَلۡقِهٖ فَتَشَابَهَ الۡخَلۡقُ عَلَيۡهِمۡ ؕ
قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیۡءٍ وَّهُوَ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ (۱۶)
اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِيَةٌ ۢ بِقَدَرِهَا
فَاحۡتَمَلَ السَّيۡلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوۡقِدُوۡنَ عَلَيۡهِ
فِی النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡيَةٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ

[1] اندھے سے مراد نور بصیرت کا نہ رکھنے والا جو ہدایت یافتہ نہیں ہوتا اور آنکھوں والے سے مراد وہ مومن ہے جو ہدایت کی روشنی لئے ہوتا ہے۔ غرض اندھیرا گمراہی ہے اور روشنی ہدایت ہے۔ (تفسیر علی بن ابراہیم) بقول اقبال ؒ

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

***

[2] یعنی اگر ان شریکوں نے کوئی چیز بھی پیدا کی ہوتی تب تو ان کو یہ شک ہو سکتا تھا کہ کون سی چیزیں خدا نے پیدا کی ہیں اور کون سی چیزیں ان کے بنائے ہوئے خدا کے شریکوں نے پیدا کی ہیں ؟۔ مگر ان شریکوں نے کوئی ذرہ تک پیدا نہیں کیا۔ پھر شک کیوں اور کیسے ہوا؟

انہوں نے ایسے کمزوروں کو خدا کا شریک بنایا ہے جو ان چیزوں پر بھی قدرت نہیں رکھتے جن پر خود وہ لوگ یا خدا کی مخلوق قدرت رکھتی ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۵۹)۔

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

پر بھی اُٹھتے ہیں جنھیں زیور اور برتن وغیرہ بنانے کے لئے لوگ پگھلایا کرتے ہیں۔ اِسی طرح اللہ حق اور باطل کی مِثال دیتا ہے۔ (کیونکہ باطل) جو جھاگ ہے وہ تو سوکھ کر چلاجایا کرتا ہے اور (حق) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں پڑا رہتا ہے۔ اِس طرح اللہ (حق اور باطل کو سمجھانے کے لئے) مثالیں دیا کرتا ہے ⑰ جن لوگوں نے اَپنے پالنے والے مالک کی دعوت کو قبول کیا (یعنی) اَپنے پالنے والے مالک کے حکم کو مانا اُن کے لئے تو بھلائی (ہی بھلائی، فائدہ ہی فائدہ) ہے اور جنھوں نے خدا کی دعوت کو قبول نہ کیا (یعنی) خدا کے احکامات کو نہ مانا[1]، تو وہ لوگ اگر زمین کی ساری کی

يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕؔ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ

پچھلے صفحہ کا بقیہ

آخر میں خدا نے اپنی تین صفات بیان کی ہیں۔ (۱) ہر چیز کا خالق۔ (۲) یکتا۔ (۳) ہر چیز پر غالب۔

ہر چیز کا خالق کہہ کر یہ بتا دیا کہ ہر چھوٹی بڑی چیز، جوہر ہو کہ عرض، خوشگوار ہو کہ ناخوشگوار، سب کا خالق صرف خدا ہے۔

یکتا کہہ کر یہ بتا دیا کہ وہ عدداً بھی ایک ہے، ذات کے لحاظ سے بھی ایک ہے صفات کمالیہ وجمالیہ کے لحاظ سے بھی ایک ہے، اور خود کو ہر چیز پر غالب کہہ کر یہ بتا دیا کہ اس کے اوپر کوئی اور ہستی یا کوئی اور قانون حاکم یا متصرف نہیں۔ (تفسیر کبیر امام رازی)۔

***

[1] استقامت میں ان روشن خیال Intellectuals کا رد ہے جو دنیا کے تمام مذہبوں کو یکساں سمجھتے ہیں اور ان آزاد خیال Humanitarians کا بھی جو آخرت کی فلاح کے لئے ایمان کو ضروری نہیں سمجھتے۔

***

مِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ ۙ
وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٨﴾ ع
أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ
كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿١٩﴾

ساری دولت کے بھی مالک بن جائیں اور اُس کے ساتھ اِتنی ہی دَولت اور بھی ہو جائے تو (ایسی ساری کی ساری دولت تک کو وہ لوگ خدا کی پکڑ سے بچنے کے لئے) فدیہ میں دینے کے لئے تیار ہو جائیں (تو بھی کچھ فائدہ نہ ہو گا) یہی وہ لوگ ہیں جن سے بہت ہی بُری طرح، بڑی ہی سختی سے حساب لیا جائے گا[1]۔ اور (آخرکار) ان کا
ع ۲ / ۸ ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے! (۱۸)

تو کیا جو شخص یہ جانتا ہو کہ تمھارے پالنے والے مالک کی طرف سے جو کچھ اُترا ہے وہ حقیقتاً ایک سچّی حقیقت ہے، بھلا اُس شخص جَیسا ہو سکتا ہے کہ جو (اِس حقیقت کے علم سے) اَندھا ہو؟[2] نصیحت کا اثر تو بس وہی لوگ لیتے ہیں

[1] امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ "بہت بری طرح سختی سے حساب لینے کا مطلب یہ ہے کہ اُن کی کوئی نیکی قبول نہ کی جائے گی اور کوئی گناہ بخشا بھی نہ جائے گا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۴۰۔ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)۔

***

خدا ہمیں بتا رہا ہے کہ وہ اس قسم کا سخت محاسبہ ان لوگوں کا کرے گا جو خدا کے باغی بن کر خدا کی زمین پر رہتے ہیں۔ بخلاف اس کے جنھوں نے اپنے خدا سے وفاداری اور اطاعت کا طریقہ اختیار کیا ان سے "حساب یسیر" یعنی بہت آسان اور ہلکا حساب لیا جائے گا۔ ان کی خدمات کی وجہ سے ان کے گناہوں سے درگزر کیا جائے گا

***

[2] صاحبان لُب وہی ہوتے ہیں جو اپنی عقل پر تعصب، دشمنی یا جذبات کو غالب نہیں آنے دیتے۔ یہی فرق ہے "لب" اور "عقل" میں (امام راغب اصفہانی)۔

***

www.drhasanrizvi.org

الَّذِيۡنَ يُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَلَا يَنۡقُضُوۡنَ
الۡمِيۡثَاقَ ۙ﴿۲۰﴾
وَالَّذِيۡنَ يَصِلُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ يُّوۡصَلَ وَ
يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ وَيَخَافُوۡنَ سُوۡٓءَ الۡحِسَابِ ؕ﴿۲۱﴾
وَالَّذِيۡنَ صَبَرُوا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِمۡ وَاَقَامُوا
الصَّلٰوةَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّ

جو عقل والے ہوتے ہیں ﴿۱۹﴾ وہی لوگ اللہ
کے ساتھ اپنے کئے ہوئے عہد و پیمان کو پورا
کرتے ہیں اور عہد باندھ کر توڑا بھی نہیں کرتے[۱] ﴿۲۰﴾
اور وہ لوگ اُن رِشتوں اور تعلّقات کو جوڑے
رہتے ہیں جن کے جوڑے رہنے کا حُکم اللہ نے
دیا ہے۔ اور اپنے مالک سے ڈرتے رہتے ہیں
اور اِس بات سے تو بہت ہی خوف کھاتے
ہیں کہ کہیں (اللہ کی بارگاہ میں) اُن سے
بُری طرح حِساب نہ لیا جائے[۲] ﴿۲۱﴾ یہ وہ لوگ
ہیں جنھوں نے اَپنے پالنے والے مالک کی خوشی کی
تلاش میں صَبر وتحمّل سے کام لیا، نماز کی
پابندی کی، اور جو کچھ ہم نے اُنھیں دیا اُس
میں سے ظاہر بظاہر اور چھُپ چھُپا کر خیرات کی

[۱] حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت ہے کہ "یہ آیت اس عہد کے متعلق بھی ہے جو اللہ نے لوگوں سے آل محمدؐ کے بارے میں لیا تا کہ وہ علیؑ اور ان کی اولاد میں کے معصوم ائمہؑ کی ولایت یعنی سرپرستی کو قبول کریں گے"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۴۰ بحوالہ تفسیر قمی)۔

اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ یہ آیت حقوق اللہ کا بیان ہے۔ جس کا کم سے کم ادا کرنا یہ ہے کہ انسان بڑے سے بڑے گناہ (اکبر الکبائر) سے تو کم سے کم خود کو بچالے (ابن عربی) یاد رہے آل محمدؐ کی دشمنی بڑے سے بڑے گناہوں سے بھی بڑا گناہ ہے۔ یہ اجر رسالت کا مار دینا ہے۔

***

[۲] امام رازی نے لکھا۔ اس سے پہلی آیت میں حقوق اللہ کی ادائیگی کی تاکید تھی تو اس آیت میں حقوق الناس کی ادائیگی کی تاکید کی گئی ہے۔ حقوق الناس کی ادائیگی کا زیادہ تر دار و مدار خدا کے خوف پر ہی ہوتا ہے۔ (امام رازی)۔

***

www.drhasanrizvi.org

اور (یہی لوگ) بُرائی کو اَچھائی کے ذریعہ سے دُور کرتے رہتے ہیں[۱]۔ تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں اَچھّا انجام ہے (یا) آخرت کا گھر تو انھیں لوگوں کے لئے ہے ﴿۲۲﴾ (یعنی) ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے سرسبز و شاداب گھنے باغات جن میں وہ (خود بھی) داخل ہوں گے۔ اور اُن کے باپ دادا اور اُن کی بیویوں اور بچّوں میں سے جو نیک ہوئے (اُن کے ساتھ ہی داخل ہوں گے) اور فرشتے ہَر دروازے سے اُن کے پاس (خدمت اور اِستقبال کے لئے) داخل ہوا کریں گے[۲] ﴿۲۳﴾ (یہ کہتے ہوئے کہ) سلامٌ علَیکم (یعنی) تم پر سلامتی (ہی سلامتی) ہو اِس وجہ سے کہ تم نے صبر سے کام لیا۔ پس کیا ہی خُوب

يَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾

جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

۱؎ یعنی حسب موقع و مصلحت، لوگوں کو ترغیب دلانے کے لئے اپنی خیراتوں کا اعلان و اظہار بھی کر دیا کرتے ہیں - لیکن زیادہ تر اپنے عزیزوں، مسافروں، غریبوں، یتیموں، بیواؤں کی امداد بالکل چھپ چھپا کر کرتے ہیں (بیضاوی)۔

مگر ان تمام ظاہر خیراتوں اور صبر و ثبات کا واحد مقصد خدا سے اجر لینا یا اس کو خوش کرنا ہوتا ہے (تفسیر کبیر و بیضاوی)

***

۲؎ اہل جنت سے ملنا جلنا صرف رشتہ داری پر نہ ہوگا جنت تو صلہ ہے ایمان و عمل کا۔ البتہ ترقیٔ درجات رشتہ داروں کی سفارش پر ممکن ہوگی۔ بشرطیکہ ان میں یہ صلاحیت بھی ہو کہ ان کے لئے سفارش قبول کی جاسکے۔ (قول ابن عباسؓ از تفسیر کبیر اور تفسیر ابن کثیر)۔

"ہر ہر دروازے" کا مطلب عرفاء نے یہ سمجھا کہ مومن نے جتنی قسم کی اطاعتیں کی ہیں ہر ہر قسم کے لئے جنت میں ایک محل، ایک دروازہ قائم ہوگا اور فرشتے اسی سے داخل ہو کر مبارکباد دیں گے۔ (تفسیر کبیر)۔

***

ہے یہ آخرت کا گھر! (۲۴)

رہے وہ (بدبخت) جو اللہ کے عہد کو مضبوطی سے باندھ لینے کے بعد بھی توڑ ڈالتے ہیں[۱] اور جو اُن رِشتوں اور تعلقات تک کو کاٹ دیتے ہیں جنھیں اللہ نے جوڑنے کا حُکم دیا ہے، اور زمین پر فساد (یا) خرابیاں پھیلاتے ہیں، یہ وہ ہیں جن کے لئے لعنت (ہی لعنت) ہے[۲] (یعنی) خدا کی رحمت سے دُوری ہے اور اُن کے لئے آخرت میں بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے (۲۵)

اللہ جس کو چاہتا ہے روزی میں وسعت دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے نپی تُلی روزی دیتا ہے (یا) جس کی چاہتا ہے روزی تنگ کردیتا ہے۔ وہ لوگ (دُنیوی) زندگی سے تو بہت خوش،

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ (۲۵)

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا

[۱] اِس عہد و پیمان سے مراد (۱) فطرت کا تقاضا ہے اور ہر ضمیر انسانی کی آواز ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے مالک کے حکم پر عمل کر۔ یہی وہ عہد و پیمان ہے جو پھر انبیاء و مرسلین کے ذریعہ بھی انسانوں سے لیا گیا ہے۔ (۲) اور اس میں وہ عہد بھی شامل ہے جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ (تبیان)۔

***

[۲] عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ جو لوگ اپنے رشتہ داروں سے قطع رحم کرتے ہیں وہ خدا کی لعنت کے مستحق ہیں۔ تو جو خدا کے رسولؐ کے رشتہ داروں کے دشمن ہوں گے وہ کس قدر خدا کی لعنت کے مستحق ہوں گے؟

***

www.drhasanrizvi.org

بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ
اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾
وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ
رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ
اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا
بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾

مست و مگن ہیں ۔ حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ذرا سے وقتی فائدے کے سوا کچھ بھی تو نہیں [١] ع ﴿۲۶﴾

اور جن لوگوں نے (اَبدی) حقیقتوں کے ماننے ہی سے اِنکار کر دیا ہے وہ کہتے ہیں: "آخر اُن کے مالک کی طرف سے کوئی معجزہ یا نشانی کیوں نہ اُتاری گئی۔" آپؐ کہئے کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمُراہ قرار دیتا ہے۔ اور اَپنی طرف آنے کا راستہ اُسی کو دِکھاتا ہے جو اُس کی طرف دِل سے متوجّہ ہو ﴿۲۷﴾ اَیسے ہی لوگوں نے حق کو مان لیا ہے اور اُنھیں لوگوں کے دِل اللہ کی یاد سے سکون پاتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو سکون مِلتا ہے [٢] ﴿۲۸﴾ (غرض) جن

٣ ع ٤ ٩

[١] گمراہ قوموں نے حق و باطل کا معیار دنیا کی خوشحالی اور بدحالی کو قرار دے رکھا ہے۔ یہاں اس کی پوری طرح تردید کر دی گئی کہ خوشحالی و بدحالی کا تعلق ہماری مشیت تکوینی سے ہے۔

اور منکرین آخرت کی کم عقلی کو بتایا گیا کہ چند سالہ زندگی کو یہ احمق سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔ حقیقی، ابدی، وسیع اور لامتناہی زندگی سے بے خبر ہیں۔ گویا ان کے نزدیک یہ سارا کارخانۂ حیات ایک حادثہ ہے۔ کسی صاحب ارادہ کے شعور کا پیدا کیا ہوا نہیں۔

***

[٢] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "دل رسول خداؐ کے ذریعہ سے مطمئن ہو جائیں گے۔ وہی ذکر اللہ اور حجاب اللہ ہیں" (تفسیر صافی صفحہ ٢٩١ بحوالہ تفسیر عیاشی)۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ایسے لوگ جنھوں نے حق کو مان لیا ہے مراد محمدؐ و آل محمدؐ کے ماننے والے ہیں اور ذکر اللہ یعنی اللہ کی یاد سے مراد حضرت علیؑ اور ائمہ معصومینؑ کو یاد کرنا بھی ہے۔ (تفسیر قمی)

***

www.drhasanrizvi.org

لوگوں نے اَبدی حقیقتوں کو دِل سے مانا اور (اُس کے نتیجہ میں) نیک کام بھی کئے' وہی (حقیقتاً) خوش نصیب ہیں' اُن کے لئے "طوبیٰ" خوشحالی (ہی خوشحالی) اور بہترین انجام ہے[1] ﴿۲۹﴾

اِسی طرح' اُسی شان بان سے ہم نے آپؐ کو (رسولؐ بنا کر) بھیجا' اَیسی قوم میں جن سے پہلے بہت سی قومیں گزُر چکی ہیں' تاکہ آپؐ اُسے جو ہم نے آپؐ پر بطور وحی اُتارا ہے' پڑھ پڑھ کر سُنائیں۔ جب کہ وہ لوگ اَپنے بہت ہی مہربان خدا کا اِنکار کر رہے ہیں[2]۔ آپؐ اُن سے کہئے کہ وہی تو میرا پالنے والا مالک ہے۔ اُس کے سِوا کوئی خدا ہے ہی نہیں۔ اُسی پر تو میرا بھروسہ ہے۔ اور اُسی کی طرف میرا پلٹنا' میرا رجوع کرنا

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَ
حُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾
كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ
لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ
بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾

[1] حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت ہے حضور اکرمؐ نے فرمایا "طوبیٰ" ایک درخت ہے جس کی جڑ جنت میں میرے گھر میں ہے۔ اور اس کی شاخیں پوری جنت میں پھیلی ہوئی ہیں" دوسرے موقعہ پر فرمایا "اس کی جڑ علیؑ کے گھر میں ہے" اس پر کسی نے اعتراض کیا کہ آپ نے پہلے تو کچھ اور فرمایا تھا۔ تو حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ "یہ تمہاری سمجھ کا پھیر ہے۔ جنت میں میرا گھر اور علیؑ کا گھر ایک ہی تو ہے"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۶۱ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)۔

* * *

[2] مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی خدائی کا تو اقرار کرتے ہیں مگر "رحمن" کے نام سے اسے یاد کرنا پسند نہیں کرتے اسی لئے جاہلیت کے قریش کہتے تھے۔ "ہم اللہ کو جانتے ہیں مگر رحمن کو نہیں جانتے" (تفسیر تبیان)۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

اور میرا ٹھکانا ہے (۳۰)

اور اگر ہوتا کوئی ایسا قرآن جس سے پہاڑ چلنے لگتے یا زمین اُس سے ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی، یا اُس سے زمین پر (آناً فاناً) سفر کیا جاتا، یا اُس کے ذریعہ مُردے بولنے لگتے (تو وہ یہی قرآن ہے، اِس طرح کے کرشمے کر دِکھانا کوئی مُشکل کام نہیں ہے) لیکن ہر قسم کا اِختیار تو اللہ ہی کو ہے۔[۱] (اللہ یہ سب کرشمے دِکھا سکتا ہے لیکن اُس کا اصل مقصد تمھاری عقلوں کا اِمتحان لینا ہے جو اِن کرشموں کی صُورت میں ممکن ہی نہیں) تو کیا وہ لوگ جو اِیمان لاچکے اُنھیں معلوم نہیں ہو گیا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب کے سب کو (بالجبر) ہدایت کر دیتا؟ اور جن لوگوں

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ
الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۭ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۭ
اَفَلَمْ يَايْـــــَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَهَدَى
النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ

۱؎ اس آیت کا تعلق اور خطاب کفار سے نہیں بلکہ مسلمانوں سے ہے۔ مسلمانوں کی یہ بڑی تمنا تھی کہ کافروں کو کوئی ایسا معجزہ دکھا دیا جائے۔ جس سے یہ رسولؐ کی رسالت کے قائل ہو جائیں۔ خدا مسلمانوں کو بتا رہا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ جن لوگوں کو قرآن کی اتنی واضح دلیلیں، کائنات کے ایسے عظیم آثار اور نبیؐ کی ایسی پاک زندگی میں حق کا نور نظر نہ آسکا وہ بھلا ایک معجزہ دیکھ کر حق کے کیوں قائل ہونے لگے۔ پھر آخر میں یہ بنیادی دلیل بھی دی ہے کہ معجزے نہ دکھانے کی وجہ یہ نہیں کہ خدا ان پر قادر نہیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ان طریقوں سے کام لینا خدا کی مصلحت کے خلاف ہے۔ اصل مقصود تو ان کی عقل اور ان کے عمل کا امتحان لینا ہے۔ (ملخص از تفہیم القرآن)

غرض اگر کوئی کتاب دنیا میں اس طرح کی ہوتی تو بس یہی قرآن ہوتا۔ اس کے سوا اور کوئی کتاب ایسی نہیں ہو سکتی تھی۔ (تفسیر علی بن ابراہیم)۔

باقی اگلے صفحہ پر

بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ حَتَّىٰ
يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿۳۱﴾ ع
وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ
كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾
أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۗ وَجَعَلُوا
لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ ۚ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ

نے حق کا اِنکار کیا ہے، اُن پر اُن کی بُری حرکتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی آفت آتی ہی رہے گی، یا پھر اُن کے گھروں کے آس پاس آئے گی۔ یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آن پُورا ہو۔ حقیقتاً اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ﴿۳۱﴾ ع
تم سے پہلے بھی بہت سے رسولوںؑ کا مذاق (اِسی طرح) اُڑایا جا چکا ہے۔ مگر میں نے ہمیشہ حق کے مُنکروں کو ڈھیل (پر ڈھیل) دی ہے۔ آخرکار اُن کو پکڑ لیا۔ پھر دیکھ لو کہ میری سزا کیسی (سخت) تھی! ﴿۳۲﴾

پھر کیا وہ ذات جو ہر اِنسان کی کمائی (کاموں) پر نظر رکھے ہوئے ہے، (اِس قابل ہے کہ) لوگوں نے اُس (عظیم ذات) کے کچھ شریک بنا رکھے ہیں؟! کہہ دو کہ تم ذرا اُن کے نام تو لو (کہ وہ آخر

پچھلے صفحہ کا بقیہ

غرض جس قرآن کا یہ ذکر ہے وہ یہی قرآن ہے جو ہمارے پاس ہے۔ جس سے پہاڑ تک چلائے جا سکتے ہیں۔ زمین بھی قطع کی جا سکتی ہے۔ مردے باتیں کرنے لگتے ہیں۔ یہ قرآن کی عظمت کا بیان ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۶۱)۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت ہے کہ "یہ قرآن جس میں وہ سب کچھ ہے کہ جس سے پہاڑ چلائے جا سکیں اور ملکوں کو طے کیا جا سکے اور مردے زندہ کیا جا سکیں، اس کے وارث ہم ہیں۔ (اصول کافی صفحہ ۱۳۸)۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۗ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (۳۳)

لَّهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ

ہیں کون[1]؟) کیا تم اللہ کو کوئی ایسی نئی بات بتا رہے ہو جسے وہ خود اپنی زمین میں جانتا تک نہیں؟ کیا تم لوگ بس یوہنی بے سمجھے بوجھے کچھ بھی کہہ ڈالتے ہو؟ بلکہ (حقیقت تو یہ ہے کہ) جن لوگوں نے ابدی حقیقتوں کے ماننے ہی سے انکار کر دیا ہے اُن کو اُن کی چالاکیاں، مکاریاں اور چالبازیاں بڑی ہی خوب صورت اور اچھی معلوم ہوتی ہیں[2] (حالانکہ انھیں حرکتوں اور مکاریوں کی وجہ سے) وہ سیدھے راستے سے ہٹ گئے ہیں اور جس پر اللہ گمراہی کا حکم لگا دے تو پھر اُسے کوئی سیدھا راستہ دکھانے والا نہیں ہوتا (۳۳)

اُن کے لئے دُنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو اُس سے بھی کہیں زیادہ سخت،

[1] یہاں مراد صفات بتانا ہے - ان کی تخلیق، کمالات اور ارشادات بتانا ہے - جیسے اردو میں کہا جاتا ہے کہ ذرا ان کی تعریف تو فرما دیں - مراد یہ نہیں کہ بس نام گنانا شروع کر دئے جائیں -

خدا کا یہ فرمانا کہ "کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دے رہے ہو جسے وہ زمین میں جانتا تک نہیں" کا مطلب یہ ہے کہ جن کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے - جو عدم ہی عدم ہیں - اگر وہ خارج میں وجود رکھتے ہوتے تو خدا کو ان کا علم تو ہوتا - کیونکہ کوئی حقیقت، کوئی وجود خدا کے علم سے باہر نہیں ہے - اس لئے یہ تمہارے گھڑے ہوئے خدا کے شریک بس تمہارا وہم ہی وہم ہے - حقیقتاً کوئی چیز خارج میں نہیں -

* * *

[2] یہ انسانی فطرت ہے کہ جب انسان ایک چیز کے مقابلے میں دوسری چیز کو اختیار کرتا ہے تو اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لئے اور دوسروں کو قائل کرنے کے لئے اپنی اختیار کردہ چیز کو ہر طریقے سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾
مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ
اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾
وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

پُرمشقّت اور تکلیف دینے والا ہے۔ اور اُن کا اللہ سے بچانے والا بھی کوئی نہیں ہے ﴿۳۴﴾ (اِس کے برعکس) جن لوگوں نے اَبدی حقیقتوں کو واقعاً مانا ہے، اُن متّقین (یعنی) بُرائی سے بچتے ہوئے فرائضِ الٰہیہ کے اَدا کرنے والوں سے جس جنّت کا وعدہ کیا گیا ہے (اُس کی شان بان تو یہ ہے کہ) اُس کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں اور اُس کے پھل، غذائیں اور ہرے بھرے سائے ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہ انجام ہوتا ہے متّقی لوگوں کا۔ اور اَبدی حقیقتوں کے مُنکروں کا انجام یہ ہے کہ اُن کے لئے جہنّم کی بھڑکتی آگ ہے ﴿۳۵﴾

اور جنھیں ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ اُس کتاب سے جو ہم نے آپؐ پر نازل کی ہے، بڑے

پچھلے صفحہ کا بقیہ

اس کو اپنی گمراہیاں بڑی خوبصورت، مزیدار اور اچھی معلوم ہونے لگتی ہیں اور یہی وہ حجاب ہے جو پھر ان لوگوں کو حق کے قبول کرنے سے روک دیتا ہے۔

اور خدا نے شرک کو مکاری اور چالبازی شائد اس لئے فرمایا ہے کہ مشرک جن اجرام فلکی، فرشتوں، ارواح یا کسی بادشاہ یا وڈیرے کو خدا کا شریک بناتے ہیں وہ اصل میں چند چالاک لوگوں کی تعلیم کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ چالاک مکار لوگ عوام کا مال لوٹنے اور اپنی حکومت چلانے کے لئے ایسے بے جان بے عقل خدا تصنیف کرتے ہیں۔ پھر کسی نہ کسی طرح خود کو ان کا نمائندہ یا ٹھیکیدار بنا کر لوگوں کی جائز کمائیوں میں خوب خوب حصے بٹاتے ہیں۔ لوگوں کو ان کا معتقد بنا کر ان پر حکومت چلاتے ہیں۔ ان کی خدائی کا سکہ جما کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔ (ملخص از تفہیم القرآن)۔

***

www.drhasanrizvi.org

وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَمَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ

خوش ہوتے ہیں۔ مگر مختلف گروہوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اُس کِتاب کی بعض باتوں کو نہیں مانتے۔ تو آپؐ صاف صاف کہہ دیجئے کہ "مجھے تو صِرف اللہ کی بندگی (عِبادت) کا حُکم دیا گیا ہے اور (اِس بات کا کہ) خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں۔ لہٰذا میں تو اُسی کی طرف بُلاتا ہوں اور اُسی کی طرف مجھے پلٹنا ہےؔ" ﴿۳۶﴾ اور اِسی حکم کے ساتھ ہم نے یہ فرمان جو نہایت فصیح، مناسبِ حال (یا) عربی زبان میں اُتارا ہے۔ اَب اگر تم نے اِس عِلم کے باوجود جو تمھارے پاس آچُکا ہے لوگوں کی خواہشات کی پیروی کی، تو اللہ کے مقابلے میں نہ تو تمھارا کوئی حامی اور مددگار ہو سکتا ہے، اور نہ کوئی بچانے والا اُس کی پکڑ

لے یہ چھوٹی سی آیت تین سب سے بڑی حقیقتوں کا بیان ہے (۱) "مجھے حکم دیا گیا ہے" نے رسولؐ کی رسالت کو ثابت کر دیا کہ میں رسولؐ ہوں۔ (۲) پھر یہ کہ "میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کا شریک کسی کو نہ کروں" سے خدا کی توحید اور یکتائی کا بیان ہو گیا۔ (۳) اور یہ کہنا کہ "مجھے اسی خدا کی طرف واپس جانا ہے" آخرت یا قیامت کو بیان کرتا ہے — (تفسیر کبیر امام رازی)۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

سے تم کو بچا سکتا ہے ع ﴿٣٧﴾

آپؐ سے پہلے بھی ہم بہت سے رسولؑ بھیج
چکے ہیں اور اُن کو بھی ہم نے بیوی بچّوں والا
ہی بنایا تھا[1]۔ اور کسی پیغمبرؑ کے لئے یہ ممکن نہیں کہ
وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بھی معجزہ (ازخود)
لے آئے۔ اور ہر دَور کے لئے ایک کتاب یا تحریر
ہوا کرتی ہے ﴿٣٨﴾ (جس میں) اللہ جو چاہتا ہے
مِٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے قائم رکھتا
ہے۔ اور اصل کتاب تو اُسی کے پاس ہے[2] ﴿٣٩﴾

اور اگر ہم آپؐ کو آنکھوں سے کچھ وہ باتیں
دکھلا دیں جِن کا ہم اُن سے وعدہ کر رہے ہیں
یا (اُن کے دِکھلانے سے پہلے ہی) ہم آپؐ کو
دُنیا سے اُٹھا لیں، تو بہر حال آپؐ کا کام تو صرف

ع اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿٣٧﴾
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا
وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا
بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿٣٨﴾
يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿٣٩﴾
وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ۔ "حضور اکرمؐ کی حالت پہلے رسولوں کی سی ہے کہ اللہ نے ان کو بیویاں بھی دی ہیں اور اولاد بھی۔ مگر ان کا خاص شرف یہ ہے کہ ان کے اہل بیتؑ اس پائے کے ہوئے کہ کسی اور نبیؑ کو ایسی اولاد نہ ملی اولاد رسولؐ جن کا یہاں ذکر ہے ان سے اصل مراد ہم ہیں"۔ (تفسیر عیاشی)۔

***

[2] یہ آیت قانون بداء سے متعلق ہے۔ بداء کے معنی ہیں کہ خدا کی تقدیریں مشروط ہوتی ہیں۔ اگر وہ شرطیں پوری ہوتی ہیں تو تقدیر اسی طرح رہتی ہے لیکن اگر شرائط پوری نہیں ہوتیں تو تقدیر بدل جاتی ہے، لیکن خدا کو آخری نتیجہ پہلے سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ یہی تقدیروں کی تبدیلی محو و اثبات کہلاتی ہے اور آخری نتیجہ کے علم کے لئے فرمایا ہے کہ "اس کے پاس تو اصل کتاب ہے" اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی جس طرح مصلحتوں کے مطابق شریعتوں میں تبدیلیاں ہوتی ہیں جس کو نسخ کہتے ہیں اسی طرح تقدیروں کی تبدیلی کو بداء کہتے ہیں۔ یہ آیت اس قانون بداء کا بہترین بیان ہے۔ (مولانا علی نقی)۔

***

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَ
اللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾
وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ

(ہمارا پیغام) پہنچا دینا ہے اور حساب لینا تو
(خود) ہمارا کام ہے[1] ﴿۴۰﴾ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ
ہم زمین کو اُس کے کناروں سے گھٹاتے آ
رہے ہیں (یا) کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم آتے ہیں
زمین کو چاروں طرف سے گھٹاتے ہوئے؟ (یا)
زمین کا دائرہ ہر طرف سے تنگ کرتے ہوئے؟[2]
اللہ حکومت کر رہا ہے۔ اُس کے حکم اور فیصلوں
کو ٹالنے والا کوئی نہیں۔ (یا) کوئی اُس کے
فیصلوں پر نظر ثانی نہیں کر سکتا۔ اور وہ بڑی ہی
تیزی سے جلدی حساب لینے والا ہے ﴿۴۱﴾
وہ لوگ جو اُن سے پہلے تھے وہ بھی بڑی
بڑی چالیں چل چکے ہیں لیکن اصل
فیصلہ کُن چال تو پُوری کی پُوری اللہ ہی

[1] پیغمبر سے کہا گیا کہ آپؐ تو بس تبلیغ اور دعوت حق کا کام کرتے رہیں۔ رہا عذاب کب نازل کیا جائے گا؟ یہ ہم سے متعلق ہے۔ آپؐ کو اس سے بحث نہ ہونا چاہیئے۔ آپؐ تو بس اپنا کام کریں (تبیان)

***

[2] حضور اکرمؐ جو بظاہر اس قدر کمزور تھے، ان کا خدا کی تائید سے رفتہ رفتہ پورے عرب پر غالب آجانا، لوگوں کا ہر طرف سے ان کی صداقت پر ایمان لے آنا، تائید غیبی نہیں تو اور کیا ہے؟ آج بھی اسلام برابر پھیل ہی رہا ہے۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔ "زمین کے اطراف کو گھٹانے سے مراد صاحبان علم کا دنیا سے اٹھ جانا بھی ہے"۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم)۔

***

www.drhasanrizvi.org

يَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ ۗ وَسَيَعۡلَمُ الۡكُفّٰرُ لِمَنۡ عُقۡبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾

وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَسۡتَ مُرۡسَلًا ؕ قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًاۢ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ ۙ وَمَنۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع ۱۲

کے ہاتھ میں ہے[1]۔ (یا) سَب چالوں کی

سَزا دینا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ

خوب جانتا ہے کہ کون کیا کچھ کمائی (کام)

کر رَھا ہے۔ اور بہت جلد حق کے اِنکار

کرنے والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ کِس کا

انجام اچھا ہوتا ہے ﴿۴۲﴾

یہ حق کے اِنکاری کہتے ہیں کہ آپؐ (خدا

کے) بھیجے ہوئے پیغامبرؐ نہیں ہیں۔ آپؐ

کہہ دیجئے کہ: میرے اور تمھارے درمیان

اللہ کی گواہی بہت کافی ہے۔ اور اُس

شخص کی گواہی بھی (کافی ہے)

جس کے پاس ہر کِتاب کا

علم ہے[2] ﴿۴۳﴾ ع

ع ۶ ۶ ۱۲

[1] اللہ کے مکر، تدبیر یا اللہ کی چال سے یہاں مراد اُن بد معاش ظالم قوموں کو سزا دینا ہے۔ (تفسیر قمی)۔

اس کو صفت مشاکلہ بھی کہتے ہیں ۔ فصاحت کا تقاضہ ایسے موقع پر یہی ہوتا ہے کہ جو لفظ دوسرے کے لئے استعمال کیا جائے وہی لفظ اپنے لئے بھی استعمال کیا جائے ۔ مکر کا لفظ جب خدا کے لئے استعمال ہو گا تو مطلب جوابِ مکر ہو گا ۔ عربی زبان میں مکر برے معنیٰ میں استعمال ہی نہیں ہوتا جب کہ اردو میں یہ لفظ صرف برے معنیٰ ہی میں استعمال ہوتا ہے

* * *

[2] حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔ "جس کے پاس ہر کتاب کا علم ہے" سے مراد ہم (آل محمدؐ) ہیں اور رسول خداؐ کے بعد حضرت علیؑ ہم میں سے اول اور ہم سب سے افضل ہیں۔ مگر رسول خداؐ ہم سب سے افضل ترین ہیں"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۶۳ بحوالہ کافی، الخرائج و الجرائح، و تفسیر عیاشی)۔

کسی نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ آپکی سب سے بڑی فضیلت کیا ہے؟ آپ

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

آیات ۵۲ سورۂ ابراہیم مکیّ رکوعات ۷

(حضرت ابراہیمؑ کا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے مدد طلب کرتے ہوئے جو
سب کو فیض پہنچانے والا اور بیحد مسلسل رحم کرنیوالا ہے ○
الف ۔ لام ۔ را ' یہ کتاب ہے جو ہم نے آپؐ
کی طرف اُتاری ہے تاکہ آپؐ اُن کے پالنے والے
مالک کے حکم اور توفیق سے لوگوں کو اندھیروں
سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں ۔ (یعنی)
اُس خدا کے راستے پر (لائیں) جو ہر چیز پر
غالب ' عزّت والا اور قابلِ تعریف ہےؑ ①
وہی اللہ ہر اُس چیز کا مالک ہے جو کچھ کہ
آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے۔

ایاتها (۱٤) سُورَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ رکوعاتها

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ
الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ① لا
اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَوَيْلٌ

پچھلے صفحہ کا بقیہ

نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی ۔ پھر فرمایا "جس کے پاس ہر کتاب کا علم ہے" سے مراد ہم (ائمہ اہل بیتؑ) ہیں ۔ (احتجاج طبرسی)۔

جب حضور اکرمؐ سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تو فرمایا ۔ "یہ میرا بھائی علی ابن ابی طالبؑ ہے" (المجالس)۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا ۔ "یہ آیت حضرت علیؑ کے بارے میں اتری ہے" ۔ (تفسیر عیاشی)۔

غرض ساری کتاب کے علم رکھنے والے وہی ہو سکتے ہیں ہیں جن کو خدا نے راسخون فی العلم فرمایا ہے یعنی کتاب خدا کے حقیقی عالم " (تبیان) اور ظاہر ہے کہ رسول خدا کے بعد ان لوگوں کی اکمل اور اولین فرد حضرت علی ابن ابی طالبؑ ہی کی ذات ہو سکتی ہے (تفسیر علی ابن ابراہیم)

* * *

لـه خدا غالب بھی ہے اور قابل تعریف بھی ۔ خدا کا غالب ہونا تمام صفات جلال کو بتاتا ہے اور خدا کا قابل تعریف ہونا تمام صفات جمال کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

اور سخت تباہ کُن سزا ہے اُن کے لئے جو
(اِس ٹھوس حقیقت کا) اِنکار کرتے ہیں ②
جو دُنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں[1]،
جو اللہ کے راستے سے (لوگوں کو) روکتے ہیں
اور اللہ کے راستے کو (اَپنی مرضی کے مطابق)
ٹیڑھا بنا دینا چاہتے ہیں[2]۔ یہی لوگ گمراہی میں
بہت ہی دُور نکل چکے ہیں (یا) یہ لوگ سخت
گمراہی میں مبتلا ہیں ③

ہم نے نہیں بھیجا کوئی پیغمبر[4] مگر اَپنی
ہی قوم کی زبان[3] میں (باتیں کرنے والا) تاکہ
وہ اُن کو صاف صاف، کھول کھول کر (ہمارا
پیغام) سمجھائے۔ تو اَب اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی
کا حُکم لگاتا ہے (یا) گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔

لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ②
الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ
يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ
فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ③
وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ
لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

۱ـہ محققین نے نتیجہ نکالا کہ (۱) دنیا کی محبت سرے سے ممنوع نہیں۔ وہ تو ایک فطری چیز ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ "کسی کو اس کی ماں سے محبت کرنے پر برا بھلا نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح دنیا سے محبت کرنا عیب نہیں ہوسکتا"۔ البتہ وقتی زندگی کو ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی پر ترجیح دینا، یعنی "آج" کے پیچھے اتنا پڑ جانا کہ "کل" کو بھلا دیا جائے، خالص حماقت نہیں تو کیا ہے؟۔

***

۲ـہ ٹیڑھا بنا دینے کے معنی شکوک و شبہات نکال نکال کر دوسروں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرنا بھی ہے۔ ***

۳ـہ "اپنی قوم کی زبان" یعنی جو قوم کہ مخاطب اول ہوتی ہے۔ جس سے براہ راست بات کرنا ہوتی ہے اس کی زبان میں بات کی جاتی ہے۔ حضور اکرمؐ کے مخاطب اول عرب تھے اس لئے عربی میں قرآن نازل ہوا۔ حضور اکرمؐ کی دوسری حیثیت "رہبر عالم" اور "عالمین کے لئے رحمت" کی ہے جس کو قرآن میں کئی کئی طرح سے واضح کیا گیا ہے مثلاً فرمایا۔ "تمام انسانوں کے لئے رسولؐ عالمین کے لئے رحمت وغیرہ وغیرہ" ***

www.drhasanrizvi.org

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑤

اور جسے چاہتا ہے منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔

(کیونکہ) وہی زبردست، طاقتور، عزّت والا اور

گہری مصلحتوں کے مطابق بالکل ٹھیک ٹھیک

کام کرنے والا ہے ④

ہم نے موسیٰؑ کو بھی اپنی نشانیوں، معجزوں

اور دلیلوں کے ساتھ بھیجا تھا تاکہ وہ اپنی قوم

کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔

اور انھیں "اللہ کے دِنؔ" (یعنی) اللہ کے دین کو

تقویت پہنچانے والا کوئی واقعہ یا کارنامہ یا خدا

کی سزاؤں (کے دن) یاد دلائیے۔ حقیقتاً اُن

(سزاؤں یا عطاؤں کے دن) میں بڑی حقیقتیں

دلیلیں اور نشانیاں ہیں، ہر اُس شخص کے لئے

جو بڑا صبر اور شُکر کرنے والا ہو ⑤

لہ اللہ کے دنوں (ایام اللہ) سے مراد (۱) امام مہدیؑ کے ظہور کا دن۔ (۲) موت کا دن۔ (۳) قیامت کا دن بھی ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۶۳ بحوالہ تفسیر قمی) (۴) اس کے علاوہ اللہ کے دنوں سے مراد اسی اللہ کے دین کو تقویت پہنچانے والا کوئی واقعہ یا کوئی اہم کارنامہ۔ (۵) اللہ کی راہ میں قربانیوں کے دن (۶) اللہ کی اطاعت پر انعامات کے دن (۷) اللہ کی معصیت پر عذاب اترنے کے دن۔ (تفسیر علی بن ابراہیم) اور دنوں کو "خدا کے دن" اس لئے کہا گیا کہ ان دنوں کی اہمیت بھی معلوم ہو جائے اور نسبت کی اہمیت بھی معلوم ہو جائے۔ (فصل الخطاب)۔

***

www.drhasanrizvi.org

اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا: "اللہ کی اُس نعمت اور احسان کو تو یاد کرو جو تم پر ہے۔ جب اُس نے تمھیں فرعون والوں سے چھڑایا جو تم کو سخت تکلیفیں اور سزائیں دیتے تھے (حتّٰی کہ) تمھارے لڑکوں کو تو ذبح کرڈالتے تھے اور تمھاری بیٹیوں کو زندہ بچا رکھتے تھے۔ اس میں تمھارے مالک کی طرف سے تمھارا
ع ۶ / ۱۳ بہت ہی بڑا امتحان تھا" ⑥ پھر جب تمھارے مالک نے تمھیں خبر دی کہ "اگر تم شُکر اَدا کروگے تو میں اور زیادہ دُوں گا۔[لے] اور اگر تم ناشکرے بنوگے تو یقین جانو کہ میری سزا بھی بہت ہی سخت ہے" ⑦

اور موسیٰؑ نے کہا: "اگر تم اور سارے کے

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ
سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ
يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ
ع رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ⑥

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ
كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ⑦

لے شکر پر نعمتوں میں زیادتی ہوگی اور توفیق شکر میں بھی اضافہ ہوگا۔ شکر کے معنی "نعمت دینے والے کی نعمت کا اعتراف کرنا، اس کی تعظیم کرنا، اور اس کی عملی اطاعت کرنا ہوتا ہے"۔ (تفسیر کبیر امام رازی)۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "جو شخص دل سے اللہ کی نعمت کا اقرار کرلیتا ہے تو قبل اس کے کہ وہ زبان سے خدا کے شُکر کا اظہار کرے، وہ خدا کی طرف سے نعمتوں میں اضافہ کا مستحق بن جاتا ہے۔ اور خدا کی کوئی چھوٹی یا بڑی نعمت ایسی نہیں ہے کہ زبان سے "الحمد اللہ" یعنی (تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں) کہنے سے اس کا (زبانی) شکر نہ ادا ہو جائے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "کفر کی ایک صورت کفرِ نعمت بھی ہے" (تفسیر صافی صفحہ ۲۶۴ بحوالہ کافی)۔

عرفاء کے نزدیک شکر کے معنی ناگوار اور مشکل احکامات خداوندی کی اطاعت کرنے پر خود کو آمادہ کرنا، تکلیفوں

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

سارے زمین میں رہنے والے خدا کی نعمتوں کا
انکار اور ناشکری کریں تو اللہ (بھی اُن سب
سے) بے نیاز ہے (یعنی اُسے اُن کے ماننے نہ
ماننے، شکر کرنے اور نہ کرنے کی کوئی پرواہ یا
ضرورت نہیں کیونکہ) وہ خود اپنی ذات میں
آپ (بغیر کسی تعریف کرنے والے کے) از خود)
قابلِ تعریف ہے[ا] ⑧
کیا تمھیں اُن لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو
تم سے پہلے گزر چکے ہیں (مثلاً) نوحؑ کی قوم
والے، عاد اور ثمود، اور وہ جو اُن سے بھی
پہلے تھے، جنھیں سوائے اللہ کے کوئی جانتا تک
نہیں۔ اُن کے پاس جب اُن کے پیغامبرؑ صاف
صاف باتیں اور کھلی ہوئی واضح نشانیاں دلیلیں

وَقَالَ مُوسٰى إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا
فَإِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ⑧
أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ
وَثَمُودَ ۛ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللّٰهُ ۚ

پچھلے صفحہ کا بقیہ

کی غیر اللہ سے شکایت نہ کرنا، نعمتوں اور پسندیدہ نتائج پر خدا کی تعریف کرنا، حجابات لطیف سے گزر کر اپنے رب کو فاعل حقیقی سمجھنا اور خدا کے آگے ادب سے سر جھکائے رکھنا جس کا نام رضا و تسلیم بھی ہے۔

***

[ا] خدا نے اس موقع پر خود کو غنی یعنی لاپرواہ فرما کر بتایا کہ تمھاری ناشکریوں سے اس کو مطلق کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور حمید یعنی قابل تعریف کہہ کر یہ بتایا کہ وہ تمھاری تعریف کرنے کی وجہ سے قابل تعریف نہیں بنا بلکہ از خود قابل تعریف ہے خواہ کوئی تعریف کرے یا نہ کرے، غرض وہ تمھاری تعریف کا محتاج نہیں، تمھارا شکر اور تمھارا خدا کی تعریف کرنا خود تمھارے لئے مفید ہے کیونکہ اس سے خود تمھاری نعمتوں اور توفیقات میں اضافہ ہوگا۔

***

www.drhasanrizvi.org

اور معجزات لے کر آئے، تو انھوں نے اپنے ہاتھ
(حیرانی اور سخت غصّہ کے عالم میں) اپنے منہ
میں دبا لئے (یا) انھوں نے اپنے ہاتھ (اُن
رسولوں) کے منہ میں ٹھونس دئے[1] اور کہنے لگے کہ جس
پیغام کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو، ہم تو اُسے
بالکل نہیں مانتے (کیونکہ) ہم ہر اُس چیز پر
بہت شک کرتے ہیں جس کی طرف تم ہمیں
بلاتے ہو۔ (اور تمھاری باتیں ہمیں سخت)
پریشان کرنے والی ہیں[2] ⑨ اُن کے رسولوں نے
کہا: "کیا تمھیں اللہ کے بارے میں شک ہے
جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔
وہ تو تمھیں (اِس لئے اپنی طرف) بُلاتا ہے
تاکہ تمھارے گناہ معاف کر دے اور تمھیں

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ
اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ
وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ
مُرِيْبٍ ⑨
قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ

[1] اس کے معنی میں مفسرین میں اختلاف ہے۔ اردو میں اس کے معنی (۱) کانوں پہ ہاتھ رکھے (۲) دانتوں میں انگلی دبائی (۳) غصہ میں انگلیاں چبائیں (۴) دانت پیسے یا ہونٹ چبائے (۵) بری طرح انکار کرتے ہوئے اپنا منہ بند کر لیا۔ یا (۶) نبیؑ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ پیغمبروں کا انکار ہی نہیں بلکہ ان سے بے ادبی کرنا بھی ایک مستقل جرم ہے۔

* * *

[2] یہ دعوتِ حق کا خاصہ ہے کہ جب وہ اٹھتی ہے تو ایک قسم کی کھلبلی سی مچ جاتی ہے۔ انکار کرنے والے اپنے مفادات پر زد پڑنے کی وجہ سے اس کا انکار تو کرتے ہیں مگر عقل و ضمیر کی چٹکیاں ان کو سخت پریشانی میں ڈال دیتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ داعیٔ حق کو بے چین کرنے والے خود ہی چین و سکون سے محروم ہو جاتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

* * *

www.drhasanrizvi.org

ایک مقرّرہ مدّت تک کے لئے (اِمتحانِ عمل کی) مہلت دے دے۔" اُنھوں نے جواب دیا: "تم کچھ بھی تو نہیں ہو مگر یہ کہ بس ہم جیسے ہی آدمی ہو۔[۱] تم چاہتے یہ ہو کہ ہمیں اُن خداؤں کی بندگی سے روک دو جن کی بندگی ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔ تو لاؤ ہمارے پاس کوئی کھُلا ہوا معجزہ۔" ⑩ اِس پر اُن کے رسولوںؑ نے اُن سے کہا: "واقعی ہم نہیں ہیں مگر تمھاری ہی طرح کے ایک آدمی، مگر اللہ اَپنے بندوں میں سے جسے بھی چاہتا ہے (اَپنے فضل و کرم سے) نوازتا ہے۔[۲] اور ہمارے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ہم کوئی معجزہ پیش کریں مگر اللہ کی اِجازت سے۔

إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ قَالُوٓا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۖ
تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ ءَابَآؤُنَا
فَأْتُونَا بِسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ ⑩
قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ
ٱللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۖ وَمَا كَانَ
لَنَآ أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَٰنٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ وَعَلَى ٱللَّهِ

[۱] مشرکوں اور کافروں کے لئے دیوتا یا اوتار یعنی خدا کا انسانی جسم میں داخل ہوجانا تو خوب سمجھ میں آجاتا ہے لیکن یہ کہ انسان انسانوں کی طرح رہے ہے، چلے پھرے، سوئے جاگے، گھر بسائے بیوی بچے رکھے، ان تمام باتوں کے باوجود اس کا تعلق خدا سے ایسا جڑا ہوا ہو کہ وہ خدا کا پیغام وصول کرسکے اور اس کا زمین پر نمائندہ ہو، نہیں سمجھ پاتا، کافروں اور مشرکوں کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ انسان کو دیوتا کے مرتبے تک نہ پہنچائے۔ (ماجدی)۔

***

[۲] منکرین حق کا یہ مقدمہ تو بالکل درست ہے کہ نبی بشر جیسے ہوتے ہیں۔ مگر ان کی دوسری منطق کہ جو بشر جیسا ہو، رسول نہیں ہوسکتا۔ یہ نتیجہ بالکل ہی غلط ہے اور نبی کا انسان جیسا ہونا تو عبودیت کے لحاظ سے ہے، نہ کہ مراتب فضل و کمال کے اعتبار سے۔ یعنی وہ ہماری طرح خدا کے بندے ہیں، خدا کے شریک نہیں مگر ہم سے مرتبہ کے اعتبار سے بہت بلند ہیں۔

***

(۱۱) اور ایمانداروں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے
اور ہم کیوں نہ اللہ پر بھروسہ کریں جب کہ اُس
نے ہمیں ہمارے راستوں پر لگایا ہے؟ رہیں
وہ تکلیفیں اور اَذیتیں جو تم ہم کو پہنچا رہے ہو،
تو ہم اُن پر صبر ضرور کریں گے (کیونکہ) بھروسہ
کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے[۱] (۱۲) ع
اور خدا اور اَبدی حقیقتوں کے مُنکروں نے
اَپنے پیغمبروںؑ سے کہا کہ ہم ضرور تم کو اَپنی
زمین (مُلک) سے نکال کر ہی چھوڑیں گے، یا پھر
تم کو لازمی طور پر ہمارے مذہب و ملّت میں
پلٹ کر واپس آنا ہوگا[۲]۔ تو اِس پر اللہ نے
اُن پیغمبروںؑ کی طرف وحی بھیجی کہ ہم اِن ظالموں
کو ضرور ہلاک و برباد کرکے چھوڑیں گے (۱۳) اور

۲ ع ۶ / ۱۴

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾
وَمَا لَنَآ أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ۚ
وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿١٢﴾
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ
اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۚ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ
لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٣﴾

[۱] محققین نے نتیجہ نکالا کہ توکل ترک تدبیر کا نام نہیں ۔ انبیاء تدبیر اور عمل سے کبھی غافل نہیں ہوتے مگر وہ موثر حقیقی تدبیر کو نہیں خدا کی مشیت کو سمجھتے ہیں۔

***

[۲] کافروں کا پیغمبروںؑ سے یہ کہنا کہ تم ہمارے مذہب میں واپس آؤ، خود ان کے اپنے ناقص خیال کے مطابق تھا ۔ کیونکہ نبیؑ کو جب تک خدا کا حکم نہیں ہوتا وہ اعلان نبوت نہیں کرتا ۔ اس لئے لوگوں کو غلط خیال ہو جاتا ہے کہ یہ بھی ہمارے ہی دین پر تھا اور اب منحرف ہو گیا ہے ۔ حالانکہ نبی کبھی بھی گمراہیوں میں داخل نہیں ہوا کرتا ۔ البتہ خدا کے حکم کے بغیر وہ گمراہیوں کے خلاف کچھ نہیں بولتا ۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم)۔

***

www.drhasanrizvi.org

اُن کے بعد تمھیں اِس زمین میں آباد کریں گے۔
یہ اِنعام ہے اُن کے لئے جو میرے سامنے کھڑے
ہونے (یعنی مجھے حِساب دینے سے) اور میری دھمکیوں
سے ڈرتے ہیں[1] (۱۴) اِس پر اُن پیغمبروںؑ نے فیصلہ
چاہتے ہوئے فتح کی دُعا کی تو پھر تو حالت یہ
ہوئی کہ ہر سرکش "جبّار عَنید[2]" یعنی دشمنِ حقّ تباہ و
برباد ہو کر ہی رہا (۱۵) پھر اِس تباہی کے بعد
بھی اُس کے لئے جہنّم (کی بھڑکتی آگ) ہے جہاں
اُسے پیپ کی قِسم کے کچّے خون جیسا گندہ پانی
پِلایا جائے گا[3] (۱۶) جِسے اُس کو گھونٹ گھونٹ
کر کے زبردستی حلق سے اُتارنا پڑے گا اور وہ
اُسے بہت ہی مُشکل سے حلق سے اُتار سکے گا'
جب کہ موت (جیسی تکلیف) ہر طرف سے اُس

وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ ذٰلِكَ لِمَنْ
خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ (۱۴)
وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ (۱۵) ۙ
مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ (۱۶) ۙ
يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ

۱؎ مومن کی علامت ہی یہ ہے کہ وہ خدا کے سامنے حاضر ہونے اور خدا کے عذاب کے وعدوں سے اپنے دل میں بہت خوف کھاتا ہے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ خدا نے فرمایا "مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کہ میں کسی انسان کو دُو خوف نہ دوں گا اور نہ دُو امن دوں گا۔ اگر وہ دنیا میں مجھ سے ڈرتا ہوگا تو اسے آخرت میں نہ ڈراؤں گا۔ لیکن اگر وہ دنیا میں مجھ سے نہ ڈرے گا تو اس کو آخرت کا امن ہرگز نہ ملے گا اس کو وہاں میری سزاؤں سے ڈرنا ہوگا"۔ (اصولِ کافی)

***

۲؎ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ "عنید کے معنی حق سے منھ پھیر لینے والے کے ہوتے ہیں" (تفسیر قمی)۔

***

۳؎ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ "دوزخیوں کے پیٹوں میں کانٹے دار جھاڑی اور تھوہڑ کھولتے ہوئے پانی کی طرح ابال کھائیں گے تو وہ شدید پیاس کی وجہ سے پانی مانگیں گے تو ان کو کچے خون یا پیپ جیسا گندہ بدبودار پانی پینے کو دیا جائے گا"۔ (تفسیر عیاشی)۔

***

www.drhasanrizvi.org

كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِن وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيظٌ ﴿۱۷﴾
مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ۖ لَّا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ﴿۱۸﴾
أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ

پر چھائی ہوئی (بار بار) آتی رہے گی مگر اِس (سخت تکلیف کی) حالت میں بھی وہ مَرے گا نہیں[1] اور اِس کے بعد بھی پھر ایک اور سخت سے سخت تر سزا اُس کے سر پر کھڑی ہوگی[2] ﴿۱۷﴾ جِن لوگوں نے اَپنے پالنے والے مالک کا اِنکار کیا، اُن کی تو حالت ہی یہ ہے کہ اُن کے سارے کاموں کی مثال راکھ کی سی ہے، جیسے ایک طوفانی آندھی نے اُڑا دیا ہو۔ جو کچھ اُنھوں نے کمایا یا کیا ہوگا، اُس میں سے کِسی پر بھی وہ قُدرت نہ رکھیں گے (یعنی) وہ اَپنے کئے کا کوئی پھل نہ پا سکیں گے[3]۔ یہی تو اِنتہا درجے کی گمراہی ہے ﴿۱۸﴾ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو بالکل ٹھیک ٹھیک (حق کے ساتھ)

[1] وہ کسی طرح مرے گا نہیں سزاؤں کو بھگتتا رہےگا اور تڑپتا ہی رہے گا۔ جو منظر خود خدا نے کھینچا ہے اب کس کی قدرت کہ اس کی مزید تشریح کرے۔ سوا اس کے کہ دل سے یہ دعا مانگے کہ خدا ہم سب کو اپنے عذاب سے بچالے (آمین)

***

[2] مطلب یہ ہے کہ ہر سزا اور ہر عذاب کے بعد ایک دوسری تازہ بہ تازہ پہلے سے بڑھ چڑھ کر تکلیف دینے والی سزا اس کے سامنے ہوگی اور اس طرح اس کی سزامیں اضافہ پر اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا۔ (الامان) (تفسیر صافی صفحہ ۲۶۴)۔

***

[3] مطلب یہ ہے کہ خدا، رسولؐ اور آخرت کو نہ ماننے والوں کے اچھے کام بھی وہاں قطعی بیکار ثابت ہوں گے کیونکہ وہ کام انہوں نے نہ تو خدا کو خوش کرنے کے لئے کئے تھے اور نہ آخرت کی بہتری کے لئے کئے تھے۔ ان کا مقصد تو صرف دنیوی فائدے، نام و نمود یا خود اپنے دل کا

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

پَیدا کیا ہے[1]؟ ہاں اگر وہ خود چاہے تو سب کو
ختم کر دے۔ اور ایک بالکل نئی خلقت کو
تمھاری جگہ لے آئے ⑲ یہ بات اللہ کے لئے
کچھ بھی تو مشکل نہیں ⑳

اور یہ لوگ جب سَب کے سَب ایک ساتھ
اللہ کے سامنے حاضر ہوئے تو اَب کمزور لوگ
اُن لوگوں سے کہہ رہے ہیں جو بڑے[2] (چودھری
یا لاٹ صاحب) بنے ہوئے تھے کہ "ہم تو تمھارے
پیچھے پیچھے چلنے والے تھے۔ تو کیا اَب تم ہمیں
اللہ کی سزا سے بچا سکتے ہو؟" اُنھوں نے کہا:
"اگر اللہ ہمیں منزلِ مقصود تک پہنچاتا تو
ہم بھی تمھیں منزلِ مقصود تک پہنچا دیتے۔ اَب
تو ہمارے لئے برابر ہے چاہے ہم بے تاب ہو کر

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑲
وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ⑳
وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ
اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا
مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

پچھلے صفحہ کا بقیہ

اطمینان حاصل کرتا تھا۔ جب آخرت کے لئے کچھ کیا ہی نہیں تھا تو آخرت میں اس کا انعام کیسے دیا جا سکتا ہے؟ ہر عمل کی بنیاد تو نیت پر ہوتی ہے۔ (الحدیث) (ملخص از تفسیر صافی صفحہ ۲۶۴)۔

***

[1] بہت سے مشرکین کا عقیدہ یہ رہا ہے کہ قدرت نے یہ کائنات محض تفریح کے لئے پیدا کر دی ہے۔ ایسے احمقوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم نے یہ غور نہیں کیا کہ اس کائنات کو بالکل ٹھیک حق کے ساتھ یعنی کسی اہم مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ خالق حکیم کوئی کام بے مقصد نہیں کرتا۔

***

[2] حضرت علیؑ نے اپنے خطبۂ غدیر میں اس آیت کو پڑھا اور پھر لوگوں سے پوچھا کہ "تم جانتے ہو کہ "استکبار" یعنی بڑے بننے کے کیا معنی ہیں؟" پھر خود آپ نے فرمایا کہ "اس کے معنی ہیں کہ خدا نے جس کی اطاعت کرنے کی تاکید کی ہے اس سے بڑا بن بیٹھنا"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۶۴ بحوالہ مصباح)۔

***

www.drhasanrizvi.org

لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ ع

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ

تڑپیں، چیخ و پکار مچائیں یا صبر و تحمّل سے کام لیں۔ اَب تو ہمارے لئے کوئی چارۂ کار، بھاگنے

ع ٩ ١٥ ٣ کی کوئی جگہ یا بچنے کا کوئی طریقہ ہے ہی نہیں[1]"﴿۲۱﴾ ع

اور جب جو ہونا ہے ہو چکا ہو گا، اور فیصلہ چکا دیا جائے گا تو شیطان کہے گا: "حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے تم سے سچّا وعدہ کیا تھا اور میں نے جتنے بھی وعدے کئے تھے یا سبز باغ دِکھائے تھے وہ میں نے کوئی بھی پورا نہ کیا۔ وہ سَب کے سب وعدے غلط ثابت ہوئے، مگر میرا تم پر کوئی زور بھی تو نہ تھا۔ سِوا اِس کے کہ میں نے تو بس تمھیں بلایا تھا۔ اور تم نے میرا کہنا مان لیا۔ تو اَب تم مجھے لعنت ملامت کرتے ہوئے بُرا بھلا نہ کہو۔ (بلکہ) خود اپنے آپ پر لعنت

[1] یہ منظر کشی کا ایک انداز ہے کہ قیامت کے واقعات کو ماضی کے صیغے میں بیان کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کا آنا، ایسا یقینی ہے کہ بس سمجھو کہ جیسے تم دیکھ رہے ہو، یا یہ کہ جیسے وہ واقعہ ہو چکا ہے۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم)۔

***

[2] شیطان کے کہنے کا اصل مقصد یہ بھی ہے کہ میں نے تم سے جو یہ وعدے کئے تھے کہ آخرت کی کوئی حقیقت نہیں سب کچھ دنیا اور دنیا کی لذتیں ہیں باقی سب ڈھکوسلے ہیں، یہ سب جھوٹ تھا، اب تم دیکھ لو کہ صرف اللہ کے وعدے ہی بالکل سچے نکلے اور پھر دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ میں نے کبھی تم لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر تمھیں سیدھے راستے سے نہیں بھٹکایا۔ میں نے تو تمھیں جھوٹ کی طرف بلایا اور تم اپنے اختیار سے میری طرف آ گئے۔ (تفہیم القرآن)

***

www.drhasanrizvi.org

کرو۔ یہاں نہ تو میں تمھاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو۔ میں تو اِس سے پہلے جو تم نے مجھے خدا کی خدائی میں شریک بنا رکھا تھا، میں تو اُس شرک کا بھی اِنکاری ہوں اور اُس شرک سے بھی بری الذّمہ ہوں[۱]۔ یقیناً (تم جیسے) ظالموں کے لئے تو بڑی سخت تکلیف دینے والی سزا ہونی ہی چاہیئے" (۲۲)

(بخلاف اِس کے) جن لوگوں نے خدا اور اَبدی حقیقتوں کو مانا اور اچھے اچھے کام بھی کئے، وہ تو اَیسے گھنے اور سرسبز و شاداب باغوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ اُن باغوں میں اپنے پالنے والے

لِيْ ؕ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۲۲)

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ

[۱] یعنی تم نے جو مجھے خدا کا شریک قرار دیا تھا میں اس کا بھی انکار کرتا ہوں کہ میں خدا کے ساتھ خدا کا شریک نہ تھا اور نہ ہوں۔ مجھ پر تمہارے اس شرک کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس آیت میں کفر یا انکار سے مراد برأت ہے یعنی علیحدہ ہو جانا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۶۵ بحوالہ التوحید)۔

حقیقتاً شیطان کسی کو گمراہی اختیار کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ صرف سبز باغ ہی دکھا سکتا ہے۔ برائی کی طرف بلا سکتا ہے۔ اور انسان اپنے ارادے اور اختیار سے از خود اس کی دعوت کو قبول کرتا ہے۔ اس لئے ہر گناہ کی ذمہ داری خود انسان پر عائد ہوتی ہے۔ نہ شیطان پر اور نہ خدا پر۔ اور شیطان کی اطاعت کئے چلے جانا عملاً اس کو خدا کا شریک بنا لینا ہے

***

www.drhasanrizvi.org

رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ
طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاۗءِ ﴿۲۴﴾
تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ

مالک کے حُکم سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔ اُن باغوں میں اُن کا اِستقبال ' صاحب سلامت اور سلامتی کی مبارکباد "سلامٌ" کے لفظ سے ہوا کرے گی ۔ (دُنیا میں تو سلام ' سلامتی مانگنے کی دُعا ہے ۔ اور جنّت میں سلام ' سلامتی ملنے پر مبارکباد ہے) ۔ ﴿۲۳﴾

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمۂ طیبہ[۱] (پاک کلمہ) کی کیسی (اچھّی) مثال دی ہے ؟ اُس کی مثال اچھّے (نسل کے) درخت کی جڑ کی سی ہے ۔ جس کی جڑ تو زمین میں گھری جمی ہوئی ہو اور اُس کی شاخ آسمان سے باتیں کر رہی ہو ﴿۲۴﴾ جو اپنا پھل ہر آن اپنے پالنے والے مالک کے حکم سے دیتا رہتا ہو ۔ اور

[۱] "کلمۂ طیبہ" یا کلمۂ توحید جڑ ہے اس درخت کی اور تمام اچھے اعمال اس کی شاخیں ہیں ۔ کلمۂ طیبہ پر ایمان ان شاخوں یعنی اعمال کو قبولیت کے لئے آسمان کی طرف لے جاتا ہے ۔ یہ مطلب بھی ہے کہ کلمۂ حق کا بول بالا دنیا میں بھی ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ۔ آسمان سے مراد بلندی بھی ہے ۔

تفسیر جلالین میں ہے --- " اسی طرح ایمان کا کلمہ مومن کے دل میں قرار پائے ہوئے ہوتا ہے اور اس کا عمل آسمان کی طرف بلند ہوتا ہے اور اسے اس کی برکتوں اور ثواب سے ہر وقت فائدے پہنچتے ہیں اور خبیث کلمہ کی مثال کفر کا کلمہ ہے جس کی مثال خبیث (گندے) درخت کی سی ہے ۔ اسی طرح کلمۂ کفر ناپائیدار ہے نہ اس سے خوشی ہوتی ہے اور نہ برکت " ۔ (جلالین) ۔

***

الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾
وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ
مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾
يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙۛ وَ
يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾ ع
اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ

اللہ لوگوں کے لئے مثالیں پیش کرتا ہے تاکہ لوگ اُن سے سبق سیکھیں ﴿۲۵﴾ اور خراب اور ناپاک کلمہ کی مِثال خراب (نسل کے) درخت کی سی ہے، جو زمین کے اُوپر ہی سے اُکھاڑ لیا جائے۔ اُسے کوئی قرار ہی نہ ہو[۱] ﴿۲۶﴾ اللہ ایمانداروں کو اُس اَچھّی پاک بات پر دُنیا اور آخرت (دونوں) میں ثابت قدم رکھتا ہے[۲]۔ اور ظالموں کو گمراہ قرار دیتا ہے۔ اللہ کو اِختیار ہے کہ وہ جو چاہے وہ کرے[۳] ﴿۲۷﴾ ع

ع ۱۲

کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جِنھوں نے اللہ کی نِعمت کے بدلے میں ناشُکری کی (یا) جِنھوں نے اللہ کی نعمت کو ناشُکری سے بدل دیا اور (اِس طرح) اَپنی قوم کو ہلاکت اور

[۱] امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "شجر طیبہ اور شجر خبیثہ" یعنی اچھے اور برے درخت کی مثال حقیقت میں رسولؐ آل رسولؐ اور ان کے دشمنوں سے متعلق ہے یہاں جڑ سے مراد رسول خداؐ ہیں۔ تنا حضرت علیؑ ہیں اور شاخیں ائمہؑ اطہارؑ ہیں جو ان کی اولاد ہیں۔ ائمہؑ کا علم اس درخت کا پھل ہے اور ان ائمہؑ کے ماننے والے اور پیروی کرنے والے اس درخت کے پتے ہیں"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۹۵۔ بحوالہ تفسیر عیاشی)۔

***

[۲] شاہ ولی اللہ نے لکھا۔۔"مطلب یہ ہے کہ مرنے کے وقت حق کی گواہی دینے کی خدا توفیق دیتا ہے اور منکر و نکیر کے سوال کے وقت اس کی زبان پر حق کو لاتا ہے۔" (فتح الرحمان)۔

***

[۳] خدا کا یہ فرمانا کہ "وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی مشیت پر نہ کوئی غالب آسکتا ہے اور نہ اس کی قدرت پر کوئی حکومت کر سکتا ہے اور نہ اس کی راہ میں کوئی حائل آکر اسے روک سکتا ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

برباد ی کے گھر میں داخل کر دیا ۲۸ جو جہنّم ہے ۔
جس میں وہ جھونک دئے جائیں گے ۔ اور وہ تو
بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے[1] ۲۹ (یہ اِس لئے کہ)
اُنھوں نے اللہ کے ہمسر اور ہم مرتبہ (دُوسرے خدا)
قرار دئے[2] تاکہ وہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے
بہکا دیں ۔ کہئے کہ اچھا (کچھ دن) مزے اُڑا لو۔[3]
آخر کار تو تمھیں پلٹ کر جہنّم کی آگ ہی میں
تو جانا ہے ۳۰
آپ میرے اُن بندوں سے کہئے جو ایماندار
ہیں[4] کہ وہ نماز کی پابندی کیا کریں اور اُس
میں سے جو ہم نے دیا ہے چُھپ چُھپا کر بھی اور
ظاہر بظاہر خیرات کیا کریں ۔ اِس سے پہلے کہ
وہ دن آجائے جس میں نہ تو کوئی خرید و فروخت

اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۲۸
جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۲۹
وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ قُلْ
تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۳۰
قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا
مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ

[1] آخری لفظ قرار نے بتا دیا کہ اللہ کی نعمتوں کے مقابلے میں کفر اور انکار کرنے والوں کا جہنم میں داخلہ صرف گزرنے کے لئے نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لئے ہوگا۔ (تفسیر کبیر)۔

***

[2] شرک کی کئی شکلیں ہیں جیسے ستارہ پرستی یعنی ستاروں کو از خود مستقل موثر ماننا اور ان کو نظام کائنات میں دخیل سمجھنا۔ دوسری شکل اوتار پرستی کی ہے کہ خدا فلاں انسان یا جانور کے جسم میں داخل ہو گیا۔ تیسری شکل امراء بادشاہوں کو نفع نقصان کا مطلق مالک سمجھ کر ان کے دروازے پر سجدہ ریزی کرنا ہے اور ان سے توقعات وابستہ کرنا ہے۔

***

[3] دنیا دار العمل ہے دار الجزا نہیں ہے اس لئے یہاں سخت سے سخت کافر بھی سزا سے بچ سکتا ہے۔

***

[4] خدا کا مومن بندوں کو "میرے بندے" کہنا ان کے لئے انتہائی عزت افزائی اور نہایت عظیم شرف ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَٰلٌ ﴿٣١﴾
اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ
السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۖ وَ
سَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَٰرَ ﴿٣٢﴾
وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ

ہی ہوگی اور نہ آپس میں کوئی دوست ہوگا
(یعنی نیک عمل نہ تو بکیں گے اور نہ ہی یاری
دوستی میں حاصل کئے جا سکیں گے)[۱] (۳۱)

اللہ وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین
کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی اُتارا۔ پھر
اُس کے ذریعہ تمہاری روزی کے لئے پھل پیدا
کئے۔ (جو تمہاری بے شمار حاجتوں کو پورا کرتے
ہیں) اور کشتیاں بھی تمہارے قابو میں دے
دیں تاکہ وہ خدا کے حکم سے پانی میں چلیں
اور دریاؤں تک کو تمہارے قبضہ میں دے دیا (۳۲)
(بلکہ) سورج چاند تک کو تمہارے قابو میں
دے دیا[۲] (یا) کام میں لگا دیا۔ (یعنی کہ تم اُن
سے طرح طرح کے فائدے حاصل کرسکتے ہو) جو ہمیشہ

۱؎ یعنی نیک عمل بکا نہیں کرتے اور وہاں کوئی دوستی کی رعایت بھی نہیں کرتا۔ (موضح القرآن)۔

***

۲؎ غالباً چاند سورج کا ہمارے قابو میں ہونا کسی ایسے دور ارتقاء کی طرف اشارہ ہے کہ جب انسان چاند سورج پر حکومت بھی کرسکے گا۔

روحانی طاقتوں کے بل پر کچھ بلند ہستیاں ایسی موجود رہی ہیں جن کی حکمرانی چاند اور سورج پر بھی چلتی تھی۔ ایک ایسی کتاب میں اس آیت کا ہونا کتنا بڑا معجزہ ہے کہ جب لوگوں کا تو یہ حال تھا کہ نہ کشتیاں ان کے قابو میں تھیں نہ دریا اور نہ نہروں پر ان کا کوئی قابو چلتا تھا۔

***

www.drhasanrizvi.org

چلتے ہی رہتے ہیں۔ اور رات دن کو بھی تمہارے قبضہ میں دے دیا (۳۳) (غرض) وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا۔ اگر اللہ کی نعمت کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے (یا) اُس کا اِحاطہ نہیں کر سکتے۔ (مگر) حقیقت یہ ہے کہ اِنسان بڑا ہی ظالم (بے اِنصاف) حد سے بڑھ جانے والا اور بڑا ہی ناشکرا ہے (۳۴) ع

اور جب اِبراہیمؑ نے دُعا کی کہ اَے میرے پالنے والے مالک! اِس شہر (مکّہ) کو اَمن و اَمان کا شہر بنا دے اور مجھے اور میری اَولاد کو اِس بات سے بچالے کہ ہم بُتوں کو پُوجیں[1] (۳۵) اَے میرے پالنے والے مالک! اِن بُتوں نے تو بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ تو جو میری

ع ۵ / ۱۷

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ (۳۳)
وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ
اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ (۳۴) ع
وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا
وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (۳۵)
رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ

[1] کسی نے امام صادقؑ سے کہا۔ "کیوں کہ آپ اپنے باپ کے بیٹے ہیں اس لئے آپ بت پرستوں کی اولاد ہیں آپ نے فرمایا۔ "تو نے جھوٹ بولا۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ دعا کی تھی کہ میری اولاد کو اس بات سے بچالے کہ وہ بتوں کی عبادت کریں،۔ اس لئے اولاد اسمٰعیل میں سے کسی نے بتوں کو نہیں پوجا۔" (تفسیر صافی صفحہ ۲۶۶ بحوالہ تفسیر عیاشی)۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ "حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا مجھ تک اور میرے بھائی علیؑ تک پہنچی کہ ہم دونوں میں سے کسی نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا۔ پس خدا نے مجھے نبیؐ اور علیؑ کو میرا وصی بنایا" (امالی)

اس دعا کی قبولیت ان ہی لوگوں کے ذریعے ظاہر ہوئی۔ ان کے اولین مصداق حضور اکرمؐ، حضرت علیؑ اور ائمہ اہل بیتؑ ہیں۔ حضرت علیؑ کو امت آج بھی کرم اللہ وجہہ کہتی ہے۔ یعنی جن کے چہرے کو خدا نے یہ عزت بخشی کہ وہ کبھی غیر خدا کے سامنے نہیں جھکا۔ (متفق علیہ)

***

www.drhasanrizvi.org

پَیروی کرتے ہوئے میرے راستے پر چلے' تو وہ حقیقتاً مجھ سے ہے۔ (یا) وہ میرا ہے۔ اور جو میرا کہنا نہ مانے تو بلاشُبہ تُو بڑا ہی بخشنے والا اور بے حد رحم کرنے والا ہے (۳۶) اَے پالنے والے مالک! میں نے اپنی اَولاد میں سے کچھ کو اِس بغیر کھیتی والی چٹیل وادی میں تیرے ہی محترم گھر کے پاس لا بَسایا ہے۔ اَے ہمارے پالنے والے مالک! یہ اِس لئے کیا ہے کہ وہ لوگ یہاں نماز کو پابندی سے قائم رکھیں (یا) نماز کی بُنیاد قائم کریں۔ لہٰذا تُو کچھ لوگوں کے دِلوں کو اَیسا کردے کہ وہ اُن کی طرف جُھکنے لگیں[لے]۔ اور اُنھیں طرح طرح کے پھلوں میں سے رِزق عطا کر' تاکہ شاید وہ تیرا شُکر اَدا کرتے رہیں (یا) تیرے شکر گزُار

فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۶﴾
رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ
زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا
الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ
اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ
یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾

لے حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا کہ "کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے" کے بارے میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ "ان کچھ لوگوں سے تمام لوگ مراد نہیں بلکہ اس سے مراد تم (ہم اہل بیت رسولؐ سے محبت کرنے والے لوگ) ہو اور وہ بھی جو تم جیسے ہیں اور تم لوگوں کی مثال کالے بیل کی جلد پر جو بہت تھوڑے سے سفید بال ہوتے ہیں ان بالوں کی سی ہے۔ (یعنی بہت کم لوگ ہم سے محبت کرنے والے ہیں جب کہ) خدا تک پہنچانے والے ہم ہی ہیں"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۶۶ بحوالہ تفسیر عیاشی)۔

(نوٹ: یاد رہے کہ خدا نے خود قرآن میں فرمایا ہے کہ "میرے بہت ہی کم بندے شکر گزار ہیں)۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ "بعض لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہوتے ہیں۔ (کیونکہ) حضرت ابراہیمؑ کی یہی دعا تھی کہ "کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ میری اولاد کی طرف جھکنے لگیں"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۶۶)۔

***

www.drhasanrizvi.org

بَن جائیں (۳۷) اے ہمارے پالنے والے مالک! یقیناً
تُو اُسے بھی جانتا ہے جو کچھ ہم چھُپاتے ہیں، اور
جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں (کیونکہ) یہ حقیقت ہے
کہ اللہ پر تو کچھ بھی چھُپا ہوا نہیں ہے، نہ زمین
میں، نہ آسمانوں میں[1] (۳۸) ہر قسم کی تعریف اور
شُکر ہے اُس خدا کا جس نے مجھے اِس بُڑھاپے
میں اسماعیلؑ اور اسحاقؑ (جَیسے بیٹے) دئے۔
واقعاً میرا پالنے والا مالک یقیناً دُعا کا بہت
سننے والا ہے (۳۹) اَے میرے پالنے والے مالک!
مجھے نماز کو پابندی سے قائم رکھنے والا بنادے
اور میری اولاد میں سے بھی (مجھ جیسے نماز کو
پابندی سے قائم رکھنے والے بنا) اَے ہمارے
پالنے والے مالک! اور میری دُعا قبول فرما[2] (۴۰)

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۳۸
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۳۹
رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ۴۰

[1] خدا ہماری حاجتوں اور تمناؤں کو خواہ ہم ظاہر کریں یا چھپائیں خوب جانتا ہے۔ اب یہ سوال کہ پھر دعا مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ تو دعا کا اصل مقصد تو ہماری عبدیت اور محتاجی کا اظہار ہے۔ اس لئے نہیں کہ معاذ اللہ خدا کا علم ناقص ہے۔ ہند یونان مصر کے اکابر فلاسفہ سمجھتے تھے کہ خدا کا علم صرف کلیات پر حاوی ہے، جزئیات پر حاوی نہیں۔ یہ آیت اس عقیدے کی تردید کر رہی ہے۔

***

[2] عبدیت، لجاجت اور انقیاد کا اظہار کرنے کی ادا کوئی انبیاء سے سیکھے۔

***

www.drhasanrizvi.org

اے ہمارے پالنے والے مالک! مجھے اور میرے ماں باپ کو، اور سارے کے سارے ایمانداروں کو اُس دِن اَپنی رحمت سے ڈھانپ لینا (یا) معاف کر دینا جب حساب لیا جائے گا ﴿٤١﴾

ع ٧ ١٤

اور ہرگز بھی اللہ کو اُس سے جو ظالم لوگ کر رہے ہیں غافل یا بے خبر نہ سمجھ لینا۔ اللہ تو بس اُنھیں مُہلت (پر مہلت) دے کر ٹال رہا ہے اُس دِن کے لئے کہ جس میں آنکھیں کھُلی کی کھُلی اور پھٹّی کی پھٹّی رہ جائیں گی ﴿٤٢﴾ لوگ سر اُٹھائے تیزی سے بھاگے چلے جا رہے ہوں گے۔ اِس حالت میں کہ خود اُن کی اَپنی طرف بھی اُن کی نِگاہ نہ پھرے گی اور اُن کے دِل سخت پریشانی سے اُڑے جا رہے ہوں گے ﴿٤٣﴾

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ﴿٤٢﴾ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴿٤٣﴾

لے یہ آیت اس بات کی قوی دلیل ہے کہ آذر جسے "اب" یعنی باپ کے لفظ سے بیان کیا گیا تھا، اور والدین نہیں کہا گیا۔ وہ اصل میں حضرت ابراہیمؑ کا حقیقی باپ نہ تھا بلکہ چچا تھا۔ (تبیان) کیونکہ "اب" کا لفظ یعنی باپ مجازی طور پر مربی یعنی پالنے والے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مگر والد وہی ہوتا ہے جس کے نطفہ سے انسان کی ولادت ہوتی ہے۔ آذر والد نہ تھا ۔ حضرت ابراہیمؑ کے والد تارخ تھے اور یہاں والدین سے مراد وہی اصلی ماں باپ ہیں جو اہل ایمان میں سے تھے۔ (مولانا علی نقی بحوالہ تفسیر تبیان ۔ تفسیر کبیر امام رازی)۔

غفر کے اصل معنی رحمت خدا کا ڈھانپ لینا ہوتا ہے، اس کی ضرورت جس طرح گناہگار کو ہوتی ہے اسی طرح معصوم کو بھی ہوتی ہے۔ اسی لیے ابراہیمؑ کا اپنے لئے مغفرت طلب کرنے سے ان کا غیر معصوم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

(غرض) آپؐ لوگوں کو اُس دِن سے ڈرائیے
جب اُن پر (اللہ کا) عذاب آئے گا تو جنھوں
نے ظلم کیا ہوگا وہ کہیں گے: "اے ہمارے
مالک! ہمیں تھوڑے سے عرصے کے لئے مُہلت
دے دے تاکہ ہم تیری دعوت (تیرے پیغام)
کو قبول کرلیں اور تیرے پیغمبروںؑ کی پیروی
کرنے لگیں"۔ (تو اُن کو جواب دیا جائے گا
کہ) کیا تم نے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں
کہ ہم پر تو کبھی زوال نہ آئے گا (۴۴) حالانکہ
تم اُن ہی لوگوں کی بستیوں میں تو بسے تھے
جو تم سے پہلے خود اَپنے ہی اُوپر ظلم کرچکے
تھے۔ اور تمھیں یہ بھی اَچھّی طرح سے معلوم
تھا کہ ہم نے اُن کے ساتھ کیسا سلوک[1]

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ
دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ
مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ (۴۴)
وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ

[1] قرآن میں خدا نے پچھلی قوموں کے واقعات کو اس لئے بیان فرمایا ہے کہ ہم ان کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں۔ عقل مند انسان وہی ہوتا ہے جو دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ تاریخ پڑھنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ہم دوسروں کے ماضی کے تجربات سے سبق حاصل کریں۔
حضرت علیؑ نے عقل کی تعریف اس طرح فرمائی کہ " عقل تجربات کی حفاظت، ان کو یاد رکھنے اور ان سے سبق حاصل کرنے کا نام ہے۔ (نہج البلاغہ)۔

***

www.drhasanrizvi.org

لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ﴿٤٥﴾
وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ
كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾
فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ إِنَّ اللَّهَ
عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾

کیا تھا۔ اور ہم نے تو تمھیں اُن کی مِثالیں بھی دی تھیں ﴿۴۵﴾ یہ حقیقت ہے کہ اُنھوں نے اپنی ساری ترکیبیں اور چالیں خُوب خُوب چلیں۔ مگر اُن کی تمام چالوں کا توڑ اور سزا اللہ کے پاس موجُود ہے۔ اگرچہ اُن کی چالیں ایسے غضب کی تھیں کہ اُن سے پہاڑ تک اپنی جگہ سے ہٹ جائیں[۱] ﴿۴۶﴾ (غرض) اللہ کے لئے یہ کبھی نہ سمجھ لینا کہ وہ اُن وعدوں کے خلاف کرے گا جو اُس نے اپنے رسولوںؑ سے کئے ہیں۔ یقیناً اللہ تو بڑا ہی زبردست، طاقتور، غلبہ رکھنے والا، عزّت والا اور بڑا ہی سخت بدلہ

[۱] پہاڑوں کے ٹل جانے کا محاورہ عربی اسلوب بیان میں کسی چیز کی انتہائی قوت کے بیان کے لئے ہوتا ہے (تفسیر کبیر)

مقصد یہ ہے کہ تم یہ دیکھ چکے تھے کہ تم سے پہلے کی قوموں نے خدا کے قوانین کو توڑا اور پھر اس کے نتائج سے بچنے کے لئے انہوں نے نئی نئی چالیں چلیں مگر وہ اللہ کی ایک چال کا بھی مقابلہ نہ کرسکے اور بری طرح مات کھا کر رہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

لینے والا ہے[۱] ﴿۴۷﴾

جس دن یہ زمین کسی دُوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور سب آسمان بھی (دوسرے آسمانوں سے بدل دئے جائیں گے) (یا) زمین اور آسمان بدل کر کچھ سے کچھ کر دئے جائیں گے۔[۲] اور سب لوگ اُس کے حضور میں نکل کھڑے ہوں گے جو ایک اکیلا سب پر غالب ہے ﴿۴۸﴾

اُس دن تم مجرموں کے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھو گے ﴿۴۹﴾

اُن کے کُرتے تارکول' گندھک یا پگھلے ہوئے تانبے (قطران[۳]) کے ہوں گے اور اُن کے چہروں کو آگ نے ڈھانپ

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾

۱؎ بظاہر کلام کا رخ حضور اکرمؐ سے ہے مگر مقصد آپ کے مخالفین کو یہ سنانا ہے کہ یہ بات خوب سمجھ لو کہ اللہ نے اپنے رسولوں سے جو جو وعدے فرمائے تھے وہ حرف بہ حرف پورے کئے۔

***

۲؎ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا۔ "یہ زمین ایسی زمین سے بدل دی جائے گی جس پر کوئی گناہ نہ کیا گیا ہوگا اور جس پر نہ پہاڑ ہوں گے اور نہ نباتات ہوگی جیسی کہ یہ ابتداء میں بنائی گئی تھی"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۶۸ بحوالہ تفسیر قمی و تفسیر عیاشی)۔

***

۳؎ "قطران" کے مشہور معنی تو گندھک کے ہوتے ہیں اور دوسرے معنی پگھلے ہوئے تانبے کے ہوتے ہیں۔ غرض جہنمیوں کے جسم پر ایسا لباس ہوگا جو آگ کا اثر اچھی طرح سے قبول کرے گا۔

***

www.drhasanrizvi.org

رکھا ہو گا ﴿۵۰﴾ یہ اِس لئے ہو گا تا کہ
خدا ہر اُس شخص کو بدلہ دے، اُس کا
جو اُس نے (دُنیا میں) کیا ہے۔ حقیقت
یہ ہے کہ اللہ جلد بڑی تیزی سے حِساب
لینے والا ہے[1] ﴿۵۱﴾
(غرض) یہ (قرآن) تمام لوگوں
کے لئے کافی اطلاع، مکمّل پیغام اور
بھرپُور تبلیغ ہے۔ اور اِس کا (پہلا)
مقصد یہ ہے کہ اِس کے ذریعہ (بُرے
اعمال کے نتائج سے) ڈرایا جائے۔ اور
(دُوسرا) مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ یہ
جان لیں کہ حقیقتاً صِرف ایک ہی خدا
ہے۔ اور (تیسرا) مقصد یہ ہے کہ جو

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ
الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾
هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا

[1] یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ یہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت کی دوسری دنیا دار الجزاء ہے۔ آخرت میں جزا کا دوسرا نظام اور دوسرے قوانین فطرت ہوں گے۔ اسی کا نام قرآن کی زبان میں حشر ہے۔ قرآنی اشارات اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ حشر اسی زمین پر برپا ہو گا۔ اسی زمین پر عدالت قائم ہو گی اور میزان لگائی جائے گی۔ لیکن زمین ایسی زمین سے بدل دی جائے گی جس پر نہ کوئی گناہ کیا گیا ہو گا نہ اس پر پہاڑ ہوں گے نہ نباتات ہو گی۔ اس طرح زمین کا معاملہ زمین پر ہی چکا دیا جائے گا۔ (ملخص از تفہیم القرآن)۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

عقل رکھتے ہیں[1] وہ اس سے نصیحت
حاصل کریں (یا) اس کا اثر
قبول کرتے ہوئے
ہوش میں آجائیں ﴿۵۲﴾

ع ۱۷ / ۱۹

آیات ۹۹ سورۂ حجر مکّی رکوعات ۶

(حجر والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد
مانگتے ہوئے، جو سب کو فیض پہنچانے والا
بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے ○
الف۔ لام۔ را، یہ آیتیں ہیں خدا
کی (کامل) کتاب اور بالکل واضح قرآن کی[2] ﴿۱﴾

ع هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

اٰيَاتُهَا (۱۵) سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ رُكُوْعَاتُهَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾

[1] یہاں عقل والے کہہ کر یہ بتا دیا کہ انسان کا اصل شرف، اصل فضیلت عقل کے صحیح استعمال پر منحصر ہے اور خدا کا اصل تخاطب عقل ہی سے ہوتا ہے۔
حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ "خدا نے روز ازل جب عقل کو پیدا کیا تو اس کو حکم دیا کہ آگے آ۔ تو وہ آگے آئی۔ پھر کہا۔ پیچھے جا تو وہ پیچھے گئی۔ (معلوم ہوا کہ عقل کا اصلی کام خدا کی اطاعت ہے جو اختیاری ہو)۔ اس پر خدا نے عقل سے فرمایا۔ "مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کہ میں نے آج تک کوئی مخلوق ایسی پیدا نہ کی جو میری نگاہ میں. تجھ سے زیادہ محبوب ہو۔ میں. تجھ ہی کو اجر و ثواب دوں گا اور. تجھ ہی سے حساب و کتاب لوں گا" (اصول کافی)

* * *

[2] قرآن کے لئے "مُبین" کا لفظ صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیات اس قرآن کی ہیں جو اپنا مدعا بالکل صاف صاف ظاہر کرتا ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

محمد اقبال حسین منہاس
ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف

میں نے اس Holy Quran کے پارہ نمبر تیرہ کو حرفاً حرفاً
بغور پڑھا ہے اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے
اور زیر، زبر، پیش، جزم وغیرہ درست ہیں۔
دوران طباعت اگر کوئی جزم، زیر، زبر، پیش، مد وغیرہ ٹوٹ جائے
تو اس کی ذمہ داری ہمارے ذمے نہیں ہے۔

پارہ نمبر [illegible] منظور / مسترد
منظور شدہ پروف ریڈر

www.drhasanrizvi.org

مایوسِ شفا کو آسرا دیتے ہیں
آیات کو تعویذ بنا دیتے ہیں
ہوشیار تو لیتے نہیں قرآں سے سبق
بے ہوش کو قرآں کی ہوا دیتے ہیں

www.drhasanrizvi.org

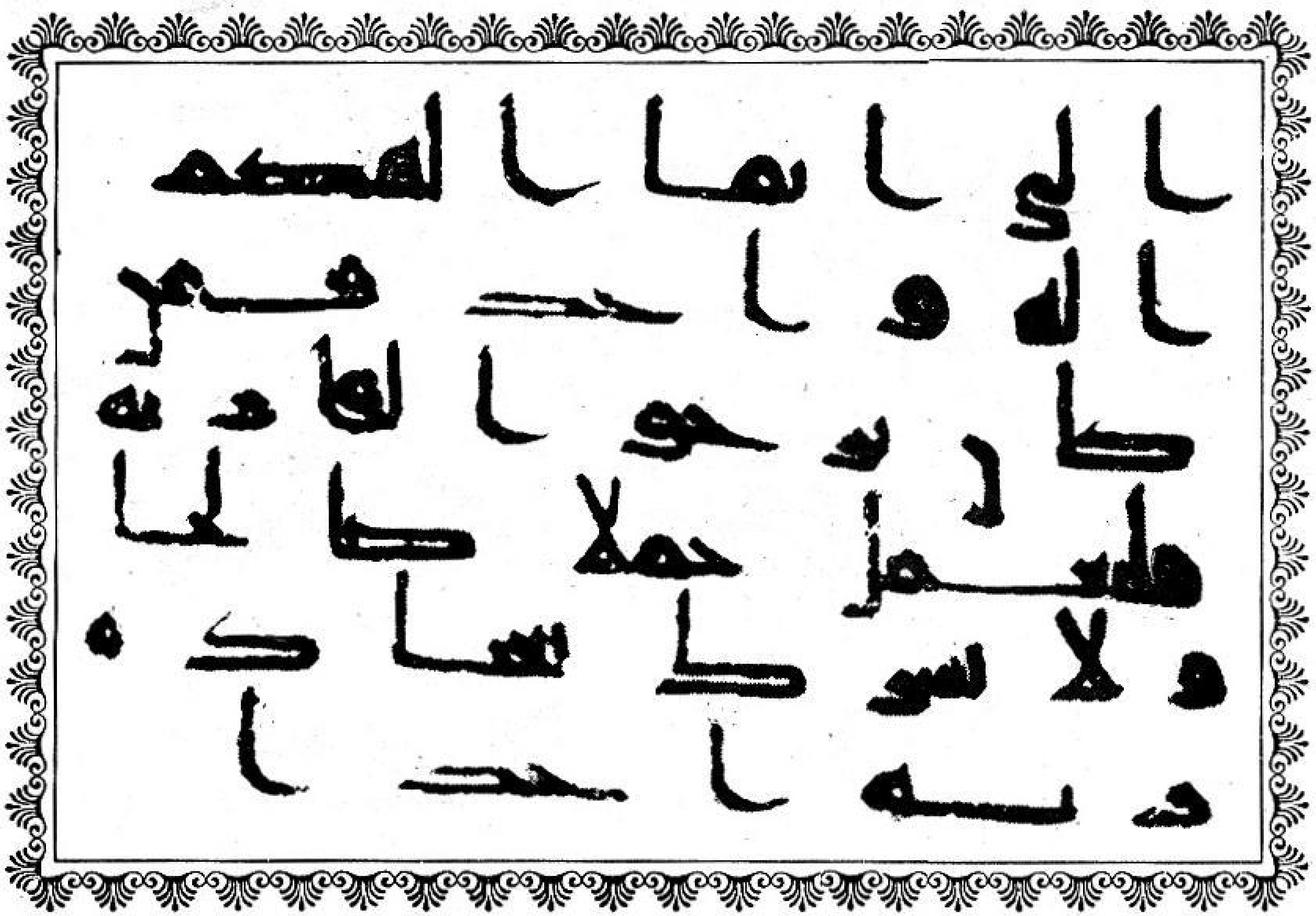

امام باقر علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید

نزولِ قرآن کا مقصد اور عبادت کی حقیقت

○ ......"اور ہم نے قُرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟"

(القرآن: سورہ قمر: ۵۴۔۱۷)

○ ......"یہ (قرآن) بڑی برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے آپؐ پر اُتارا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں"

(القرآن: سورہ ص: ۳۸۔۲۹)

○ ......"تلاوت بغیر تدبّر، غور و فکر کے نہیں ہوتی"

(الحدیث)

○ ......"عبادت یہ نہیں کہ تم کثرت سے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھے جاؤ اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے کیے جاؤ۔ بلکہ عبادت یہ ہے کہ اللہ کے کاموں اور آیتوں پر غور و فکر کیا جائے۔"

(الحدیث)

○ ......"ایک گھنٹہ غور و فکر کرنا ستر (۷۰) سال عبادت کرنے سے بہتر ہے"

(الحدیث)

میزان فاؤنڈیشن

اِسلامک ریسرچ سینٹر

عائشہ منزل چوک، فیڈرل بی ایریا نمبر ۶ شاہراہِ پاکستان، کراچی

0345-2443358

0315-8200311, 0321-8475550, 0300-4496512

Email: mz.foundation@hotmail.com

کتبہ: سیّد جعفر صادق

Printed by System Graphics Karachi

ایڈیشن: 2012-13